جلد ۵ صہ۲۴ طبع مصر میں لکھا ہے۔ ھٰذَا الْکَلَامُ لَا یَلِیْقُ اَنْ یَقَعَ مِنْ مِثْلِ الْعَبَّاسِ وَعَلِيٌّ مُنَزَّہٌ عَنْ بَعْضِہٖ فَضْلًا عَنْ کُلِّہٖ وَالْعِصْمَۃُ وَاِنْ کَانَتْ لَا تَثْبُتُ اِلَّا لِلنَّبِيِّ وَلِمَنْ شَھِدَ لَہٗ بِھَا نَبِيٌّ وَلٰکِنَّا مَامُوْرُوْنَ بِتَحْسِیْنِ الظَّنِّ بِالصَّحَابَۃِ وَنَفْيِ کُلِّ رَذِیْلَۃٍ عَنْھُمْ وَقَدْ اَسْقَطَ بَعْضُھُمْ ھٰذِہِ الْاَلْفَاظَ مِنْ نُسْخَتِہٖ تَوَرُّعًا وَلَعَلَّہٗ وَھْمُ الرَّاوِیْ" کہ یہ کلام حضرت عباسؓ کی شان کے لائق نہیں ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کے حق میں کہی ہو کیونکہ حضرت علیؓ ان سب باتوں سے پاک تھے اور اگرچہ عصمت آنحضرتؐ کے لئے ثابت ہے یا اس شخص کے لئے جسکی بابت آنحضرتؐ نے فرمایا ہو لیکن ہم صحابہؓ کے متعلق حسن ظن رکھنے اور رذیل باتوں سے ان کے پاک ہونیکا اعتقاد رکھنے کے لئے مامور ہیں۔ اسواسطے بعض محدثین نے پرہیزگاری کے خیال سے یہ الفاظ جو حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کو اس روایت میں کہے تھے صحیح مسلم سے حذف کر دیئے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ راوی نے اپنے وہم سے یہ الفاظ بیان کر دیئے ہوں اور حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کی نسبت یہ الفاظ نہ کہے ہوں۔

صحیح مسلم کی شرح کے اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ بعض محدثین نے بھی بعض اوقات ایسے الفاظ کو جو انکے نزدیک صحیح نہ تھے روایت سے حذف کر دینا جائز سمجھا ہے حالانکہ وہ الفاظ صحیح مسلم کی حدیث میں موجود تھے۔

ایسا ہی نووی مطبوعہ نولکشور جلد ۲ صفحہ ۹۰۔ اور مجمع بحار الانوار جلد ۳ صہ۲۰۳ للشیخ محمد طاہر میں (زیر لفظ کذب) صحیح مسلم کی اسی روایت کے متعلق لکھا ہے۔ " وَاِذَا انْسَدَّتْ طُرُقُ تَاوِیْلِھَا نَسَبْنَا الْکَذِبَ اِلٰی رُوَاتِھَا وَقَدْ حَمَلَ ھٰذَا الْمَعْنٰی بَعْضَ النَّاسِ عَلٰی اَنْ اَزَالَ ھٰذَا اللَّفْظَ مِنْ نُسْخَتِہٖ تَوَرُّعًا عَنْ اِثْبَاتِ مِثْلِ ھٰذَا وَلَعَلَّہٗ حَمَلَ الْوَھْمَ عَلٰی رُوَاتِہٖ" کہ جب ہم سے کوئی تاویل ان الفاظ کے متعلق جو حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کو کہے ہیں نہیں ہو سکتی تو اسکے متعلق ہم یہ فیصلہ کرینگے کہ یہ جھوٹ کسی راوی نے اپنی طرف سے ملا لیا ہے حضرت عباسؓ نے یہ الفاظ حضرت علیؓ کو نہیں کہے ہونگے۔ چنانچہ اسی بناء پر بعض لوگوں نے صحیح مسلم کے ان الفاظ کو اپنی کتاب سے اڑا دیا ہے۔

پس جبکہ ہمارے مخالفین کو صحیح مسلم کی روایت کے بھی بعض الفاظ کسی عذر سے حذف کر دینے پر اعتراض نہیں ہے اور وہ تسلیم کرتے ہیں کہ جب کوئی تاویل ان الفاظ کی نہیں ہو سکتی ہے تو یہ

کسی راوی کا اپنا ملایا ہُوا جھوٹ ہے تو کیا یہی عذر کنز العمال کی معمولی روایت کے ایک لفظ من السّماء کے متعلق حضرت مرزا صاحبؑ کیلئے وہ تجویز نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ حضرت مرزا صاحبؑ کے نزدیک بھی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور اُنکا زندہ آسمان پر مع جسم عنصری جانا اور ابتک زندہ ہونا اور پھر کسی وقت مع جسم عنصری زمین پر آنا یہ سب انپر تہمتیں ہیں (ضمیمہ براہین احمدیہ صفحہ ۲۰-۲۱) کیونکہ قرآن کریم بضرب دُہل فرما رہا ہے کہ عیسیٰ بن مریم رسول اللہ زمین میں دفن کیا گیا ہے آسمان پر انکے جسم کا نام و نشان نہیں (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۷۵)

پس جس عذر سے صحیح مُسلم کی روایت سے کچھ الفاظ اُڑائے گئے ہیں اگر وہ عذر درست ہے تو اسی عذر سے حضرت مرزا صاحبؑ پر بھی کوئی الزام عائد نہیں ہو سکتا تھا۔ جیسا کہ مَیں نے اوپر ذکر کیا ہے میرا یہ جواب محض معترض کے خوش کرنے کے لئے ہے ورنہ اصل حقیقت وہی ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ کو مِنَ السَّمَاءِ کے لفظ حذف کرنیکا الزام دینا ایک بہتان ہے اور حقیقت کے سراسر خلاف ہے۔

اب اسجگہ مَیں ایک اور شبہ کا بھی ازالہ کر دینا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث میں حضرت مرزا صاحبؑ کے نزدیک مِنَ السَّمَاءِ کا لفظ موجود نہیں تھا اور یہ لفظ فیج اعوج کے زمانہ میں غلط فہمی سے یا عمداً بڑھایا گیا ہے۔ تو حضرت مرزا صاحبؑ نے مسیح موعودؑ کی نسبت یہ کیسے فرمایا ہے کہ نبی معصوم کی پیشگوئی میں یہ الفاظ آئے کہ وہ آسمان سے اُتریگا۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آسمانی نزول سے حضرت مرزا صاحبؑ کی وہ مراد نہیں جو مخالف لوگ لیتے ہیں کہ "حضرت عیسیٰ علیہ السّلام چھت پھاڑ کر آسمان پر چڑھ گئے تھے اور پھر اسی طرح زندہ مع جسم عنصری آسمان پر سے اُترینگے۔ بلکہ اس سے مراد آپکی وہ ہے جو اپنی نسبت فرماتے ہیں۔ اَنْزَلَ اللّٰہُ مَسِیْحَہٗ مِنَ السَّمَاءِ بالحربۃ السماویۃ (خطبہ الہامیہ صفحہ ج سطر ۳۱) کہ خدا نے مسیح موعودؑ کو آسمان سے آسمانی حربہ کے ساتھ اُتارا ہے۔ اور یہ حقیقت حضرت مرزا صاحبؑ کے نزدیک نزول کے لفظ میں پائی جاتی ہے اسکے لئے آسمان کا لفظ موجود ہونیکی ضرورت نہیں ہے چنانچہ خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸ میں فرماتے ہیں کہ:-

"یہ جو حدیثوں میں لکھا ہے کہ مسیح موعودؑ نازل ہوگا یہ نزول کا لفظ اس اشارہ کے لئے اختیار کیا گیا ہے کہ وہ زمانہ ایسا ہوگا کہ تمام زمین پر تاریکی چھا جائیگی اور دیانت اور امانت

اور راستی زمین پر سے اُٹھ جائیگی اور زمین ظلم اور جور سے بھر جائیگی تب خدا آسمان سے ایک نور نازل کریگا اور اس سے زمین کو دوبارہ روشن کردیگا۔ وہ اوپر سے آئیگا کیونکہ نور ہمیشہ اوپر کی طرف سے آتا ہے"

پھر فرمایا ہے۔ کہ:۔ "نزول کے لفظ میں بھی یہی سر ہے گویا آسمان سے اُترا ہے سب کام خدا تعالےٰ کی طرف سے ہیں اسمیں انسانی دخل نہیں ہے" (البدر جلد ۳۔ نمبر ۷ صفحہ ۴ کالم ۳۔ مورخہ ۱۲ر فروری ۱۹۰۴ء)

اور فرمایا ہے۔ "نزول کا لفظ اس لئے استعمال ہوا کہ اسوقت کل برکات اور فیوض اُٹھ جائیں گے اور پھر آسمان سے نازل ہونگے قرآن میں خود آنحضرت صلعم کے بارے میں ہے کہ ہم نے اسے آسمان سے نازل کیا" البدر جلد ۱۔ نمبر ۳۔ صفحہ ۱۸۔ کالم ۲۔ مورخہ ۷ر نومبر سنہ ۱۹۰۲ء)

ایک اور ڈائری میں چھپا ہے۔ کہ:۔ "اس بات پر کہ حدیث میں آیا ہے مسیحؑ کا نزول ہوگا فرمایا جو شے اوپر سے یعنی آسمان سے نازل ہوتی ہے سب کی نظریں اسکی طرف پھر جاتی ہیں اور سب آسانی سے اسکو دیکھ سکتے ہیں اور وہ چیز جلد مشہور ہو جاتی ہے" (الحکم جلد ۵ نمبر ۱۳ صفحہ ۵-۶ مورخہ ۲۴ر اپریل ۱۹۰۱ء (بلفظہٖ)

اور ازالہ اوہام ایڈیشن دوم صفحہ ۱۳ میں فرمایا ہے:۔

"قرآن شریف میں صاف فرمادیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی آسمان سے اترے ہیں بلکہ ایک جگہ فرمایا ہے کہ لوہا بھی ہم نے آسمان سے اتارا ہے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ یہ آسمان سے اُترنا اس صورت اور رنگ کا نہیں ہے جس صورت پر لوگ خیال کر رہے ہیں"

ان حوالہ جات سے اچھی طرح واضح ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے جو یہ فرمایا ہے کہ پیشگوئی میں یہ الفاظ آئے تھے کہ وہ آسمان سے اُتریگا اس سے حضرت مسیح موعودؑ کا مقصود نزول کا لفظ ہے جو احادیث نبویہ میں آیا ہے اور جسکے اندر یہ حقیقت پائی جاتی ہے۔

اور جس روایت میں نزول کے ساتھ مِنَ السَّمَاءِ کا لفظ آیا ہے گو وہ صحیح مرفوع متصل حدیث نہیں ہے لیکن اُسکو بھی اگر مخالفین کے کہنے کے مطابق حدیث خیال کر لیا جائے تو اس کا بھی حضرت مرزا صاحبؑ کی طرف سے یہ جواب ہے کہ:۔

"آسمان سے اُترنا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ سچ مچ خاکی وجود آسمان سے اُترا ہے" (ازالہ اوہام ایڈیشن دوم صفحہ ۳) اور کتاب سر الخلافہ صفحہ ۷۱ میں فرمایا ہے۔ کہ:۔ "حضرت آدمؑ سے لیکر تا ایندم کبھی کسی انسان کی نسبت نزول کا لفظ جب

آسمان کی طرف نسبت دیا جائے جسمانی نزول پر اطلاق نہیں پاتا اور جو دعویٰ کے کرپایا ہے وہ اس کا ثبوت پیش کرے"

غرض کوئی پہلو لے لیا جائے حضرت مرزا صاحبؑ پر کوئی اعتراض اس بارہ میں وارد نہیں ہو سکتا اور نہ قرآن و حدیث سے یہ بات کسی طرح ثابت ہو سکتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ مع جسم عنصری آسمان پر چلے گئے ہیں اور پھر وہ زندہ مع جسم عنصری آسمان پر سے اترینگے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مثل دیگر انسانوں کے انسانی عمر پاکر فوت ہو گئے ہیں اور آسمان پر مع جسم عنصری چڑھ جانا اور پھر کسی وقت مع جسم عنصری زمین پر نازل ہونا یہ سب ان پر تہمتیں ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر جانا اور پھر واپس آنا درمیانی زمانہ کے خیالات ہیں جبکہ ہزارہا بدعات دین میں پیدا ہو گئی تھیں اور یہ وہ وسط کا زمانہ تھا جس کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فیج اعوج رکھا تھا۔

محاسن اسلام

(سلسلہ کیلئے دیکھو رسالہ ماہ اگست ۱۹۲۶ء)

پانچویں خوبی:۔ پانچویں نہایت شاندار اور اسلام کو ممتاز کرنیوالی خوبی یہ ہے کہ اسلام میں اُسکے بانیؐ کا عملی نمونہ موجود ہے۔ آپؐ کے تمام حالات زندگی آج ۱۳۰۰ سال بعد بھی ہمارے سامنے موجود ہیں پس یہ فخر اور فضیلت بھی آج صرف اسلام کو ہی حاصل ہے جس میں دنیا کا اور کوئی مذہب شریک نہیں۔

اگر ایک طرف اسلام کی کامل تعلیم موجود ہے تو دوسری طرف اُسکے بزرگ اور کامل رسولؐ کا بہترین نمونہ موجود ہے۔ آپؐ کا مبارک وجود اسلام کا صحیح اور مکمل فوٹو ہے یہاں تک کہ دعویٰ نبوت سے قبل آپؐ کا زمانہ زندگی بھی دنیا کے لئے قابل اقتدا ہے اور اسی وجہ سے آج مسلمانوں کا ایک بچہ بھی آپؐ کو اپنے لئے اُسوۂ حسنہ پائیگا کیونکہ آپؐ کے بچپن کے حالات بھی محفوظ چلے آئے ہیں۔ جبکہ دنیا کے بعض مشہور ریفارمروں کا زمانہ بچپن یا تو ایک تاریک غار معلوم ہوتا ہے یا وہ قابل تقلید اور پسندیدہ نمونہ نہیں سمجھا جاتا۔

چنانچہ آپؐ کے زمانۂ بچپن کا فوٹو آپؐ کا دوست نہیں ایک دشمن مختصر مگر جامع اور ولولہ انگیز الفاظ میں آپؐ کے ایک اور دشمن کے سامنے اس طرح کھینچتا ہے:۔

قَدْ كَانَ مُحَمَّدٌ فِيكُمْ غُلَامًا حَدَثًا أَرْضَاكُمْ فِيكُمْ وَأَصْدَقَكُمْ وَأَعْظَمَكُمْ

اَمَانَةً حَتّٰی اِذَا رَأَیْتُمْ فِیْ صُدْغَیْهِ الشَّیْبَ وَجَاءَکُمْ بِمَاجَاءَکُمْ بِهٖ قُلْتُمْ هُوَ سَاحِرٌ لَا وَاللهِ هُوَ سَاحِرٌ۔

کہ محمدؐ جسپر آج تم جھوٹ کا بے بنیاد الزام لگاتے ہو تم ہی میں ایک چھوٹا سا بچہ تھا جسکے اخلاق تم سب میں پسندیدہ تھے اور سب سے زیادہ راستباز اور امین تھا اور اُسکے متعلق تمھاری یہی رائے تھی یہانتک کہ جب تم نے اُسکی زلفوں میں سفیدی دیکھی اور وہ لایا جو کچھ کہ لایا تو تم کہنے لگے کہ وہ ساحر اور چالاک ہے نہیں خدا کی قسم وہ جھوٹا تو ہرگز نہیں۔

اسکے بعد عالم شباب سے گذرنے والا انسان اپنی اُٹھتی ہوئی جوانی اور تمام طاقتوں کے کمال جوش اور اُمنگوں کے زمانہ میں بھی قابل رشک نمونہ دکھاتا ہے ؀

چنانچہ آپؐ کے زمانہ شباب کے حالات کا نقشہ آپؐ کی حرم محترم حضرت بی بی خدیجہؓ ان الفاظ میں کھینچتی ہے ,, كَلَّا وَاللهِ مَا يُخْزِيكَ اللهُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِيْثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ۔

ہرگز نہیں خدا کی قسم خدا آپؐ کو کبھی رسوا نہیں کریگا آپؐ اپنے اقرباء کے ساتھ اعلیٰ حسن سلوک سے پیش آنیوالے ہیں اور اعلیٰ درجہ کے راستباز اور لوگوں کے بوجھ بٹاتے ہیں اور آپؐ نے ان اخلاق فاضلہ کو جمع کیا ہے جو لوگوں میں معدوم ہیں اور مہمان نوازی کرتے اور حق کی باتوں میں لوگوں کے مددگار بنتے ہیں؀ پھر قرآن کریم کے نزول اور دعویٰ نبوت کے بعد آپؐ کی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے جو مختلف کارناموں کا ایک مجموعہ اور ہر طبقہ اور ہر زمانہ کے انسانوں کے لئے کامل اور بہترین نمونہ ہے؀

چھٹی خوبی:۔ چھٹی اعلیٰ اور اکمل خوبی اسلام کی یہ ہے کہ اُسکی کتاب قرآن کریم میں ظاہری و باطنی دونو قسم کا بے نظیر حسن پایا جاتا ہے۔ یعنی ایک اگر اسکے اندر حقائق معارف کا بحر بے کنار موجزن ہے اور علوم کا دریا بہتا ہوا نظر آتا ہے تو دوسری طرف اس کا ظاہری کلام بھی فصاحت و بلاغت میں عدیم المثال اور باریک علمی ہے چنانچہ قرآن کریم ہر زمانہ کے فصحا و بلغا کو باواز بلند چیلنج دیتا ہے وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ ہر ایک مذہب اس دعویٰ اور اعلان مقابلہ کے سامنے اپنے ہتھیار ڈالدیتا ہے۔ مغرور و متکبر فصحا کی زبانیں کند ہو جاتی ہیں ہاتھوں میں

لرزہ بدن میں کپ کپی اعضاء پر رعشہ طاری ہو جاتا ہے۔ پس اسلام کی یہ خوبصورت خوبی ایسی ہے کہ جس کا بار انبار ۱۳۰۰ سال سے مشاہدہ چلا آتا ہے اور مشاہدہ و زندہ تاثیر سے کون انکار کر سکتا ہے۔

ساتویں خوبی:۔ ساتویں امتیاز بخش خوبی اسلام کی یہ ہے کہ اسلام کی ظاہری و باطنی دونو قسم کی حفاظت چلی آتی ہے۔ آج سے ۱۳۰۰ سال پہلے جس صورت و شکل میں قرآن حضرت محمد رسول اللہ صلعم پر نازل ہوا تھا بالکل بلا ایک شعشہ کی تبدیلی کے اُس شکل و صورت میں محفوظ موجود ہے۔ اُسکی حفاظت اور اشاعت کی خدمت کیلئے خدا تعالیٰ نے اُسکے نزول کے ساتھ ہی ہزارہا قسم کے علوم کی بنیاد ڈالدی اور اطراف عالم میں اسکے مضامین چھوڑ الفاظ تک تھوڑے عرصہ میں زبان زد خلائق ہو گئے۔ ہر زمانہ کے ہزاروں حفاظ کے قلوب اور دماغ اسکے الفاظ کی حفاظت کیلئے خدمت میں لگائے گئے جنکے دلوں کے مضبوط قلعوں میں اس شہنشاہ زمین و آسمان کا کلام محفوظ رہتا ہے اور دنیا کی کوئی طاقت نہیں جو اُن قلعوں تک پہنچ سکے پھر نہ صرف اسکے الفاظ کی حفاظت فرمائی بلکہ اُس کے معنوں اور مطالب کے لئے اس سے کہیں بڑھکر حفاظت کے سامان پیدا کرتا رہتا ہے اور ایسے عظیم الشان انسان مبعوث فرماتا ہے جو صحیح مطالب قرآنیہ کو بیان کرتے اور حقیقت اسلام کو لوگوں پر آشکارا کرتے اور اُنپر اُن کو قائم اور اسکے نور کو ظاہر کرتے اور از سر نو خوارق و معجزات اور اپنے عملی زندہ نمونہ سے اسلام کو زندہ مذہب ثابت کرتے ہیں اور یہ اس طرح تمام خرابیوں اور زمانہ کے تغیرات اور انسانی دستبرد سے محفوظ چلا آتا ہے اور اسی طرح قیامت تک چلا جائیگا۔ کیونکہ یہ آخری چشمہ قیامت تک کے لوگوں کے لئے جاری کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا: "اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔" کہ ہم نے ہی اس کامل اور عالمگیر ذکر کو اُتارا ہے اور ہم ہی ہمیشہ ہر طرح سے اُسکی حفاظت کرینگے اور اُدھر اُس باغ کا سب سے پہلا باغبان اعلان کرتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَاْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُّجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا کہ اللہ تعالیٰ اس اُمت کے ہر صدی کے سر پر ضرور ایسے آدمی کھڑا کرتا رہیگا جو اُس کے دین کی اُسکے فائدہ اور نفع کیلئے تجدید کرتے رہینگے۔

یہ وہ خوبی ہے جس سے ہر مذہب خالی ہے اور اسلام کی اس خوبی پر رشک کرتا ہے ؛

آٹھویں خوبی:۔ آٹھویں افضل و اعلیٰ خوبی اسلام کی یہ ہے کہ وہ ہر زمانہ میں تازہ بتازہ پھل دیتا ہے، چنانچہ اسلام اپنی اس خوبی کو تمام دنیا کے سامنے دلچسپ پیرائیہ میں پیش کرتا ہے:۔

"مَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ" کہ اسلام اس ثمردار شجر کی طرح ہے کہ جسپر کبھی باد خزاں نہیں آتی وہ ہمیشہ ہمیشہ شیریں اور لذیذ پھلوں سے

لدارہتا ہے اور ہر زمانہ میں زندہ برکات اور تاثیرات کا مشاہدہ کراتا اور اعلیٰ درجہ کے انسان پیدا کرتا رہتا ہے جنکے ہاتھ پر تازہ بتازہ نشانات ظاہر ہوتے ہیں۔ اور ہر زمانہ کے مطابق اُن میں نئے نئے علوم کے چشمے پھوٹتے ہیں جسقدر زمانہ علم میں ترقی کرتا جاتا ہے اُسیقدر اُس کی صداقت اور کمالات مثل آفتاب روشن ہوتے ہیں اور اُسکی نئی سے نئی خوبیاں آشکارا ہوتی ہیں اور اُسپر چلنے والوں کے ساتھ خدائے ذوالجلال ہمکلام ہوتا اور اُنکے ہاتھ پر زندہ معجزات کے ذریعہ اسلام کی زندگی کے آثار دکھاتا اور اُن کو اپنے دربار میں نہ صرف قرب اور قبولیت کا مقام بخشتا ہے بلکہ اُس قرب کے آثار اسی دنیا میں ظاہر کرتا ہے مثلاً اُنکی دعاؤں کو سنتا اور جواب دیتا اور اُنکے موافقین کی ہر میدان میں مدد کرتا اور اُنکے مخالفین و معاندین کو ہلاک اور ذلیل کرتا اور اُن مقربین و محبوبین کے لئے اُس شیر سے لا انتہا درجہ زیادہ غیرت و غضب کا اظہار کرتا ہے جو اپنے بچہ کیلئے جنگل میں دھاڑتا ہے۔

چنانچہ اس زمانہ میں بھی حضرت فخر المرسلین مرزا غلام احمدؑ نے اسلام کی تعلیم پر چل کر یہ مقام حاصل کیا آپ نے جب اپنی پوری پوری بے سروسامانی اور تنہائی کی حالت میں اپنے اس مقام کا دعوےٰ کیا تو ہندوستان میں آپکے خلاف مخالفت کی تیز طوفانی آندھیاں ایک سرے سے دوسرے تک چلنے لگیں اور بغض و عداوت کے شعلے بلند ہونے لگے ہر طرف مخالفت کی آگ شعلہ زن تھی۔ پھر ہر مذہب کا ہر فرقہ آپ کو ناکام و نامراد نہیں بلکہ دنیا سے ہمیشہ کے لئے مٹانے کی کوشش میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا تمام اہل مذاہب آپ اکیلے کے مقابل ایک سٹیج پر متفق و مجتمع ہو کر اپنی تمام طاقتیں خرچ کر دیتے اور آپ کو بظاہر اکیلا دیکھ کر کل پیروان مذاہب کا لاتعداد لشکر آپ پر حملہ آور ہوتا اور آپ کے بکلی استیصال کے لئے ہر ممکن سے ممکن منصوبے باندھتا اور اُنکو عمل میں لاتا ہے لیکن وہ اَسَدُ اللّٰہِ الغالِب اور اسلام کا بہادر جرنیل اور حضرت شہنشاہ مرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سپہ سالار ہر میدان میں فتح و کامرانی کا پرچم اُڑاتا اور مخالفین کی صفوں کی صفیں اُلٹتا اور ہر حملہ میں آخری شیطانی لشکروں کو زیر و زبر کرتا ہوا لازوال فتوحات اسلام کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ فتح و اقبال ہر وقت اُسکی رکاب پکڑے رہتے ہیں اور نصرت خداوندی اُسکے پاؤں کو بوسہ دیتی ہے آپ مبعوث ہوتے وقت اکیلے ہوتے ہیں لیکن آپ کی بعثت کے قریب ہی زمانہ میں اطراف عالم میں آپکے جان نثار غلام لاکھوں کی تعداد میں نظر آتے ہیں جو باوجود ہر قدم پر ہزاروں پُرخار دشت و بیابان کے دن دگنی رات چوگنی حیرت انگیز سرعت کے ساتھ تمام دنیا پر محیط ہو رہے ہیں اور آج دنیا کی زبردست سے زبردست حکومتیں مل کر بھی اُسکی جماعت چھوڑ

خود اُسکے نام کو نہیں مٹا سکیں بلکہ جُوں جُوں زمانہ گذرتا جاتا ہے زیادہ سے زیادہ تعجب انگیز صورت میں زبردست غیبی ہاتھوں اور مخفی در مخفی سامانوں کے ساتھ آپؑ کا نام بلند عزت و عظمت کے ساتھ بجلی کی طرح روشن ہوتا جاتا ہے اور دُنیا بے اختیار آپکی طرف کھنچی چلی آتی ہے۔ چنانچہ شروع دعویٰ میں ہی جبکہ آپؑ اکیلے کس مپرسی اور گمنامی کی حالت میں تھے قادر اور عظیم خدا آپؑ سے یوں ہمکلام ہوتا ہے:۔

"خدا تیرے نام کو اُس روز تک جو دُنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھیگا اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچائیگا۔ اور مَیں تیری تبلیغ کو دنیا کے چاروں کونوں تک پہنچا دونگا۔

خدا کی مدد تجھے دُور دُور کی راہوں سے پہنچیگی اور دُور دراز سے لوگ تیری پاس آئینگے۔

وہ وقت قریب ہے جبکہ تیری مدد و نصرت کی جائیگی اور لوگوں میں تیری شہرت ہوگی۔

مَیں تجھے اسلام کا ایک بھاری لشکر دونگا۔ اور جو شخص تیری اہانت کا ارادہ بھی کریگا تو مَیں اُسے ذلیل کرونگا۔

بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے۔"

ان اخبار غیب کے علاوہ دنیا کے آئندہ بڑے بڑے تمدنی اور پولیٹکل حالات اور سیاسی و اقعات اور قومی حادثات غرض دنیا کے آیندہ بڑے انقلابات کے متعلق جو کسی انسان کے وہم میں بھی نہیں آسکتے تھے بہت مدت پہلے دنیا کو اطلاع دی جنمیں سے بہت سے واقعات پورے ہو کر آپؑ کی صداقت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور اسلام کی شوکت کا موجب ثابت ہوئے۔

پھر آپؑ نے تمام اہل مذاہب کو دعوت دی کہ اپنے اپنے مذہب کی زندگی کا ثبوت دو جبکہ زندہ مذہب کا یہ ایک بہت بڑا نشان ہے کہ وہ انسان کو خدا کا مقبول و محبوب بنا سکے اور اُسکے وصال کا شربت پلادے اور اس تعلق محبت کے آثار اسی دنیا میں ظاہر ہوں کیونکہ دنیا کی ہم ہر ایک چیز کو دیکھتے ہیں کہ وہ ضرور اپنا ایک اثر رکھتی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تعلق کا جو اُسکے مقرب بندہ کے ساتھ ہے کچھ پتہ نہ لگے جبکہ مذہب کی اصل غرض ہی یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دائمی اور ابدی تعلق پیدا کرادے اور اُسکی گود میں بٹھادے اور اس دُنیا میں ہی نہ صرف اُسپر یہ حالت اور اُسکے آثار ظاہر ہو جائیں بلکہ باقی دنیا کو بھی یہ علامات نظر آجائیں

آپ نے یہ چیلنج متواتر دشمنانِ اسلام کو دیا مگر کوئی شخص اس کی تاب نہ لا سکا اور آپ کے مقابلہ میں نہ آسکا لیکن اس چیلنج نے اندر ہی اندر بہت سے مخالفین اسلام کو اسلام کی طرف کھینچنا شروع کر دیا ہے اور عنقریب اسلام میں داخل ہو کر ان میں سے بہت سے لوگ خود ان نشانات کے حامل بنینگے۔ پس اسلام کی آٹھویں پُراثر اور پُرعظمت خوبی یہ ہے کہ وہ ہر زمانہ میں کامل اور عظیم الشان انسان تیار کرتا ہے جو نہ صرف اُسکی زندگی اور تازگی کو ثابت کرتے ہیں بلکہ یہ بھی ثابت کرتے ہیں کہ اب صرف اسلام ہی میں قوّت احیاء موجود ہے اور اس قوّت کی وجہ سے اب وہی دنیا کا پسندیدہ اور مرغوب و محبوب مذہب ٹھیرےگا۔ اور دنیا کو خدا تک پہنچانے کا آخری و کامل ذریعہ اور نسل انسانی کے لئے دونو جہان میں نجات اور فلاح عظیم کا باعث ثابت ہوگا۔ فَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٭

رؤیت باری تعالیٰ و سُرخی کے چھینٹے

حضرت اقدسؑ کے مشہور و معروف کشف پر جس میں آپ نے خدا تعالیٰ کو دیکھا اور سُرخی کے چھینٹے عالم ظاہر میں نمودار ہوئے۔ مخالفین کی طرف سے دو اعتراض کیئے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ تو جسمانی نہیں پھر وہ نظر کیسے آگیا اور دوسرا یہ کہ سُرخی کے چھینٹے عالم محسوسات میں کیونکر ظاہر ہوگئے۔

مگر ناظرین با تمکین پر پوشیدہ نہ رہے کہ یہ ہر دو اعتراض محض ناسمجھی کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں ورنہ دیدارِ الٰہی بالخصوص عالم رؤیا و کشوف میں ایک مسلّم امر ہے ایسا ہی خدائے قادر مطلق کی قدرت اور حکم سے عدم محض سے اشیاء کا موجود و مجسم ہو جانا ایک محقق و ثابت شدہ حقیقت ہے۔ چنانچہ ذیل میں ناواقف اور کم علم اصحاب کی تسلّی و اطمینان کے لئے منقولی طور پر ثبوت پیش کیئے جاتے ہیں۔

اعتراض اوّل کا جواب کتاب "اتحافات السنیہ فی الاحادیث القدسیہ" صفحہ پر یہ حدیث درج ہے۔ اتانی اللیلۃ ربی تبارک و تعالیٰ فی احسن صورۃ احسبہ قال فی المنام فقال یا محمد اتدری فیما یختصم الملاء الاعلیٰ قلتُ لا۔ فوضع یدہٗ بین کتفی حتّٰی وجدتُ بردھا بین ثدیّ فعلمتُ ما فی السمٰوات وما فی الارض۔ یعنی آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ آج رات خواب میں میرا رب (تبارک و تعالیٰ) ایک خوبصورت شکل کے ساتھ میرے پاس آیا اور فرمایا اے محمد (صلعم) کیا تو جانتا ہے کہ ملاء اعلیٰ کس

بارے میں جھگڑا کر رہے ہیں میں نے کہا نہیں تب اس نے اپنا ہاتھ میرے دونو کندھوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ ہاتھ کی ٹھنڈک مجھے محسوس ہونے لگی۔ اسوقت زمین و آسمان کی سب چیزوں کا حال معلوم ہوگیا۔

(۲) ایسا ہی قول المستحسن فی فخر الحسن کے صفحہ ۲۷ پر یہ حدیث بایں الفاظ ہے ان النّبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رأیتُ ربی فی احسن صورۃٍ ووضع کفّہٗ بین کتفیّ حتّٰی وجدتُ بردانا ملہ بین تندُوَتیَّ (ای ثدی) یعنی رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میں نے اپنے ربّ کو نہایت ہی خوبصورت شکل میں دیکھا… الخ

(۳) اور کتاب مذکور کے صفحہ ۲۷ پر یہ حدیث بھی آئی ہے انہ رئی ربّہ فی المنام فی صورت شاب موفر فی خضرۃ علےٰ فراشہ فراش من ذھبٍ فی رجلیہ نعلان من ذھب کہ آنحضرت صلعم نے خدا تعالیٰ کو ایک ایسے جوان کی صورت میں دیکھا جسکے بال کانوں تک پہنچے ہوئے تھے اور اس کا بچھونا سونے کا تھا اور پاؤں میں سونا کا جوتا تھا۔

(۴) اور المصنوع فی احادیث الموضوع صفحہ ۱۳۳ میں لکھا ہے:۔ وفی الآلی عن ابن عباس رفعہٗ رأیت ابی فی سورۃ شاب لہ وفرۃ وروی فی صورۃ شاب امرد قال ابن صدقہ عن ابی زرعۃ حدیث ابن عباس صحیح لا ینکرہٗ الا معتزلی… والحدیث ان حمل علی رویۃ المنام فلا اشکال وان حمل علی الیقظۃ فاجاب المحقق ابن ہمام بان ھذا حجاب الصورۃ۔ کہ لآلی میں حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں خدا تعالیٰ کو نوجوان لمبے بالوں والے اور ایک روایت میں ہے کہ امرد یعنی بے ریش نوجوان کی صورت میں دیکھا حضرت ابن صدقہ (روایۃً عن ابی زرعۃ) کہتے ہیں کہ حدیث ابن عباس کی صحیح ہے سوائے معتزلی کے کوئی اسکا انکار نہیں کرسکتا اور اگر حدیث کو رؤیت خواب پر محمول کیا جائے تب تو کوئی اشکال ہی نہیں اور اگر بیداری پر محمول ہو تو محقق ابن ہمام نے جواب دیا ہے کہ یہ صورت کا پردہ تھا۔"

(۵) جسمانی معراج کے قائلین کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے ظاہری آنکھوں کے ساتھ بیداری

سے اخرج ابن جریر عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم رأیتُ ابی باحسن صورۃ … الخ الدر المنثور جلد ۶ صفحہ ۱۲۴ منہ

میں ہی خدا تعالیٰ کو دیکھا تھا۔ اب معترض بتائیں کہ کیا اس سے خدا تعالیٰ کا جسمانی ہونا تو لازم نہیں آتا۔ چنانچہ حافظ مولوی محمد ادریس صاحب دیوبندی نے اپنی کتاب کلمۃ اللہ میں امکانی رؤیت باری تعالیٰ کو ثابت کیا ہے۔ دیکھو صفحہ ۲۱ تا ۲۳

(۶) ملائکہ کی رؤیت متفقہ طور پر مسلّم ہے بلکہ آنحضرت صلعم نے حضرت جبرائیل کو بھی دیکھا اور ایک مرتبہ تو صحابہؓ نے بھی اسکو متشکل بصورت انسانیہ بیداری میں ہی دیکھا تھا۔ (بخاری) تو کیا ملائکہ اور بالخصوص حضرت جبرائیل کا اس سے جسمانی ہونا لازم آتا ہے؟

دوسرے اعتراض کا جواب

عالم کشف و رؤیا کے اثرات کا موجود فی الظاہر ہونا بھی کوئی نئی بات نہیں چنانچہ (۱) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنے رسالہ الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین کے صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں۔ الحدیث التاسع عشر۔ اخبرنی سیدی الوالد انہ رکب فی رمضان الی مکانٍ فاصابہ الحر والتعب فتعجس فی تلک الحالۃ فرأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاعطاہ طعاماً لذیذاً متخذاً من الارز والحلاوۃ والزعفران والسمن۔ فاکل حتیٰ شبع واعطاہ ماءً بارداً فشرب حتیٰ روی ثم استیقظ ولا جوع لہ ولا عطش وفی یدہ ریح الزعفران۔ ترجمہ:۔ انیسویں [19] حدیث۔ جناب والد نے بیان کیا کہ ماہ رمضان شریف میں کہیں جانے کو سوار ہوا میں تو گرمی و تکلیف مجھے بہت ہوئی۔ میں سو گیا۔ اُس حال میں تو زیارت ہوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ نے کھانا لذیذ عنایت کیا۔ کہ چاول اور قند اور گھی سے تیار ہوا تھا۔ وہ کھایا اور سیر ہوا۔ اور پانی سرد عطا فرمایا۔ اسے پیا تشنگی دفع ہوئی۔ پھر جب جاگا تو نہ بھوک تھی نہ پیاس اور ہاتھوں سے زعفران کی خوشبو چلی آتی تھی‘‘

(۲) ایسا ہی حضرت شاہ صاحب رسالہ مذکور کے صفحہ ۶ پر فرماتے ہیں۔ الحدیث الخامس عشر۔ اخبرنی والدی انہ کان مریضاً فرأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی النوم فقال کیف حالک یا بنی ثم بشرہ بالشفاء واعطاہ شعرتین من شعور لحیتہ فتعافی من المرض فی الحال وبقیت الشعرتان عندہ فی الیقظۃ فاعطانی احدھما فھی عندی۔ ترجمہ۔ ’’پندرھویں [15] حدیث۔ میں نے جناب والد سے سُنا کہ وہ بیمار ہوئے۔ تو خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے فرمایا کیف حالک یا بنی یعنی بیٹا تیرا کیا حال ہے پھر شفا کی خوشخبری دی۔ اور دو تار موئے مبارک ریش مکرم کے عنایت کیے اسی وقت وہ تندرست ہو گئے۔ اور وہ دونو تار موئے مبارک جب جاگے تو موجود تھے انہیں سے ایک مجھے دیا وہ میرے پاس موجود ہے۔

(۳) جناب شمس العلماء شبلی نعمانی مرحوم اپنی کتاب الغزالی صفحہ ۳۶ پر ایک صوفی کا واقعہ یوں تحریر فرماتے ہیں۔ "قطب شاذلی مشہور صوفی گذرے ہیں ایک دن وہ احیاء العلوم ہاتھ میں لئے ہوئے نکلے اور لوگوں سے کہا جانتے ہو یہ کیا کتاب ہے یہ کہکر اپنے اعضاء پر کوڑوں کے نشان دکھائے اور کہا کہ پہلے میں اس کتاب کا منکر تھا آج شب کو امام غزالی نے مجھ کو خواب میں آنحضرت کے دربار میں پیش کیا اور اس جرم کی سزا میں مجھ کو کوڑے لگائے گئے۔"

(۴) حضرت مولانا حاجی شاہ امداد اللہ صاحب تھانوی ثم المکی (پیرو مرشد حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی) کی کرامات میں سے ۳۹ ویں کرامت یہ لکھی ہے۔ "ایک نہایت معتبر شخص ولایتی بیان کرتے تھے۔ کہ میرے ایک دوست (جو حضرت شاہ صاحب سے بیعت تھے) حج کو تشریف لئے جاتے تھے بمبئی سے آگبوٹ میں سوار ہوئے۔ آگبوٹ نے چلتے چلتے ٹکر کھائی۔ اور قریب تھا کہ چکر کھا کر غرق ہو جائے...... انہوں نے جب دیکھا کہ اب مرنے کے سوا چارہ نہیں اس مایوسانہ حالت میں گھبرا کر اپنے پیر روشن ضمیر کی طرف خیال کیا...... اسی وقت ان کا آگبوٹ غرق سے نکل گیا۔ اِدھر تو یہ قصہ پیش آیا۔ اُدھر اگلے روز مخدوم جہان اپنے خادم سے بولے ذرا میری کمر دباؤ۔ نہایت درد کرتی ہے۔ خادم نے کمر دباتے دباتے پیراہن مبارک جو اُٹھایا تو دیکھا کہ کمر چھلی ہوئی ہے اور اکثر جگہ سے کھال اُتر گئی ہے پوچھا حضرت یہ کیا بات ہے کمر کیونکر چھلی فرمایا کچھ نہیں۔ پھر پوچھا آپ خاموش رہے تیسری مرتبہ دریافت کیا حضرت یہ تو کہیں رگڑ لگی ہے اور آپ تو کہیں تشریف بھی نہیں لے گئے۔ فرمایا ایک آگبوٹ ڈوبا جاتا تھا۔ اس میں ایک تمھارا دینی اور سلسلے کا بھائی تھا۔ اسکی گریہ زاری نے مجھے بے چین کر دیا آگبوٹ کو کمر کا سہارا دیکر اوپر کو اُٹھایا جب آگے چلا اور بندگان خدا کو نجات ملی اس سے چھل گئی ہوگی اور اسی وجہ سے درد ہے مگر اس کا ذکر نہ کرنا۔"
(دیکھو کرامات امدادیہ صفحہ ۲۱)

(۵) حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی نے اپنے رسالہ سر الشہادتین میں ایک حدیث درج فرمائی ہے وھو ھذا۔

" واخرج ابن راھویہ والبیہقی وابو نعیم عن ام سلمۃ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اضطجع ذات یوم فاستیقظ وھو خاثر وفی یدہ تربۃ حمراء یقلبھا قلت ما ھذہ التربۃ یا رسول اللہ قال اخبرنی جبرائیل ان ھذا یعنی الحسین یقتل بارض العراق

وھذہ تُربَتُھا۔

یعنی ابن راہویہ اور امام بیہقی و ابو نعیم نے حضرت ام سلمہ سے بیان کیا ہے کہ ایک دن آنحضرت صلعم سو کر اٹھے تو آپ غمگین تھے اور آپ کے ہاتھ میں سرخ رنگ کی مٹی تھی جسکو آپ ہاتھوں میں الٹ پھیر رہے تھے۔ ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ یہ مٹی کیسی ہے آپ نے فرمایا جبرائیل علیہ السلام نے مجھ کو خبر دی ہے کہ حسینؓ ارضِ عراق میں شہادت پائینگے اور یہ مٹی اسی جگہ کی ہے۔

یہ حدیث حضرت شاہ صاحب نے بطرق متعددہ مختلف کتب سے نقل کی ہے۔ اور اس کے شروع میں آپ لکھتے ہیں۔ واما اخبار النبی صلے اللہ علیہ وسلم بھذہ الواقعۃ الھائلۃ من جھۃ الوحی بواسطۃ جبرئیل وغیرہ من الملائکۃ فمنشور متواتر۔ کہ اس واقعہ کی احادیث مشہور و متواتر ہیں۔

اب ظاہر ہے کہ وہ مٹی جو آپ کو خواب میں دی گئی۔ جب آپ بیدار ہوئے تو آپ کے ہاتھ میں موجود تھی۔ بلکہ ایک روایت میں ہے فَجَعَلَتْہُ فی ثوبھا کہ حضرت ام سلمہؓ نے وہ مٹی ایک کپڑے میں ڈال لی۔ اور ایک میں ہے فجعلَتْھا فی قَارُورۃٍ کہ شیشی میں ڈالی تھی۔ پس اگر سرخ مٹی (حالانکہ عند الشہادت خون کے گرنے سے اس سرخی نے پیدا ہونا تھا) باوجود خواب میں دیئے جانے کے موجود فی الظاہر ہو سکتی ہے تو سرخی کے چھینٹوں پر کیوں تعجب کیا جاتا ہے۔ والسّلام

۱۔ خاص لنڈن کے رقبہ میں سینتیس ہزار کی آبادی ہے۔ لیکن ایسٹر سنڈے پر گرجوں کی حاضری صرف دو صد تھی۔ شفیلڈ میں ۵ لاکھ کی آبادی ہے۔ لیکن چرچ سے تعلق اس آبادی کے دسویں حصّہ کا رہ گیا ہے۔ اس کمی کی وجہ ڈاکٹر موصوف نے کہا۔ ہماری بعض بداعتقادیاں ہیں۔ اور خصوصاً ہمارا یہ ماننا کہ بائیبل کا ہر لفظ الہامی ہے۔ اور جو کچھ اس میں ہے وہ قطعی ہے۔

۲۔ اخبار مانچسٹر گارڈین میں اوکسفورڈ کے چار انڈر گریجوایٹوں نے ایک مشترکہ چٹھی چھاپی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ہم لوگ پادریانہ زندگی کو اختیار نہیں کر سکتے جب تک ہمیں بعض عقائد کے ماننے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ پھر ان عقائد کا ذکر کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں۔ کہ نہ تو ہم مان سکتے ہیں۔ کہ مسیحؑ بلا باپ تھے۔ نہ یہ مانتے ہیں۔ کہ وہ جسم کے ساتھ آسمان پر گئے۔ (اشاعت اسلام)

دانشمندِ مشرق مغرب میں

(نمبر ۵)

گذشتہ خطوط میں یہاں کے تبلیغی مشن کی وسعت اور احباب سلسلہ کی ذمہ واریوں کا کسی حد تک اظہار کر چکا ہوں اس سلسلہ خطوط میں مینے اپنے بعض مکالمات بھی لکھے ہیں۔ مکالمات اور مشاہدات کا سلسلہ لمبا ہے اور ہر روز بڑھتا جاتا ہے اسلئے کہ میں ہر روز کچھ نہ کچھ دیکھتا اور بولتا ہوں۔

آج میں اپنے دوستوں کو ایک عام منظر دکھانا چاہتا ہوں جس سے کسی حد تک یہاں کے لوگوں کے خصائل و عادات اور عام حالات پر روشنی پڑیگی۔ میں لکھدینا چاہتا ہوں کہ یہ میرا زاویہ نگاہ ہے ممکن ہے دوسرا آدمی انہیں باتوں کو کسی اور نظر سے دیکھے۔

لنڈن بجائے خود ایک دنیا ہے اگرچہ لنڈن ایک شہر ہے جہاں ۸۰ لاکھ کے قریب لوگ آباد ہیں مگر یہ کہنا بھی درست ہے کہ وہ بجائے خود ایک عالم (دنیا) ہے اور میرا یہ کہنا کہ وہ ایک دنیا ہے محض اسکی کثرت آبادی کے لحاظ سے نہیں بلکہ اسکی مختلف کیفیات کے لحاظ سے اسکو

تماشاگاہ عالم کہنا جائز ہے۔

آبادی کی وسعت کی یہ حالت ہے کہ یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ کہاں ختم ہوتا ہے اسلئے کہ آبادی کا طویل و عریض سلسلہ ایسا چلا گیا ہے کہ جہانتک چلتے جاؤ سربفلک عمارات اور لوگوں سے بھرے ہوئے شوارع اور بازارات برابر چلے جاتے ہیں پھر جدھر جاؤ ہر ملک اور ہر قوم کے لوگ نظر آئینگے۔ مختلف زبانیں بولنے والے ملیں گے۔ مینے یہاں کے بعض مشہور اور پُر رونق حصص میں گھنٹوں کھڑے ہو کر ان مناظر کا مشاہدہ کیا ہے۔ اور ہر دفعہ نہ صرف عجیب تماشا دیکھا بلکہ حیرت ہوئی ہے۔ مثلاً ہائیڈ پارک کارنر۔ ماربل آرچ۔ چیرنگ کراس ہے۔ آکسفورڈ سرکس پکڈلی سرکس۔ لڈگیٹ سرکس وغیرہ مقامات پر اگر کوئی شخص کھڑا ہو کر دیکھے تو اسے نظر آئیگا کہ موٹروں۔ بسوں کی اتنی لمبی لمبی قطاریں دوڑ رہی ہیں یا بعض اوقات ٹریفک کی ضروریات کی وجہ سے جب ایک یا دوسری جانب انکو کھڑا ہونا پڑا ہے تو انمیں سے گذرنا مشکل ہو جاتا ہے اور اگر کوئی شخص جو پورے طور پر واقف نہ ہو اس لمبے سلسلہ میں سے گذرنا چاہے تو اندیشہ ہے کہ وہ کچلا جاوے۔

ہائیڈ پارک کارنر پر روزانہ پانچ لاکھ آدمی گذرتے ہیں۔ بعض بعض عمارتوں میں ہماری ساری قادیان سے زیادہ باشندے آباد ہیں۔ اور ایک ایک ایسی بلڈنگ بجائے خود ایک ایک قصبہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ پیدل راہیوں کے لئے ہر دو جانب پٹریاں بنی ہوئی ہیں جن پر ہزاروں انسان آن واحد میں اس طرح پر

چلتے نظر آتے ہیں کہ گویا میدان حشر ہے۔

کوئی کسی سے بولتا نہیں اپنے اپنے مطالب و افکار میں سرگردان چلے جارہے ہیں میں نے ایک دن ماربل آرچ کے لارڈ وارن ہیسٹنگز (جو ہندوستان کا سب سے پہلا گورنر جنرل کہلاتا ہے) کے مکان کے پاس کھڑے ہو کر اندازہ کیا تو مجھے کم از کم ستر موٹر فی منٹ دوڑتے نظر آئے۔ ہائیڈ پارک کارنر پر یہی تعداد سو کے قریب پائی۔ اس سے ٹریفک کی کثرت کا اندازہ ممکن ہے۔ اب ایک طرف موٹروں اور بسوں کی یہ حالت۔ دوسری طرف سائیکل سوار گھوڑا گاڑی والے اور پھر ہزارہا مسافر جو انہیں سڑکوں کو ضرورتاً عبور کرتے ہیں۔ ان تمام حالات میں انتظام کا قائم رکھنا تو بہت بڑی بات ہے بہت سے لوگ ایسے نکلیں گے جو اس نظارہ کو ہی دیکھ کر گھبرا جاویں۔ مگر باوجود ان تمام باتوں کے راستہ کے امن کی یہ حالت ہے کہ

پولیس مین کی انگلی کا اشارہ اسے قائم رکھے ہوئے ہے۔

پولیس مین کی انگلی جہاں اس نے انگلی کا اشارہ کیا تمام ٹرافک رک گئی۔ اور پیدل جانے والے گذر گئے۔ اسکی اپنی حالت قابل دید ہوتی ہے گویا وہ ایک لطف اور مزے میں سرشار کھڑا ہے اسکی حالت سے کسی قسم کی گھبراہٹ کے آثار نمایاں نہیں اور وہ کسی مشکل اور خطرہ سے خائف نہیں۔ اسکو اس حالت میں دیکھنا اور اسکے ہاتھ کو ادھر یا ادھر اشارہ کرتے ہوئے دیکھنا بھی ایک لطف پیدا کرتا ہے۔ میں نے اپنے پہلے سفر انگلستان میں بھی اسی امر کا مشاہدہ کیا تھا اور اب تو مجھے کافی موقعہ ملا ہے میں نے دیکھا ہے کہ وہ سرتاپا فرض شناسی کا مجسمہ ہے۔ اور میں نے یہ بھی محسوس کیا ہے کہ

لوگ امن پسند اور قانون کے سچے مطیع ہیں

میں دیکھتا ہوں کہ قانون کی خلاف ورزی کی قریباً ان میں حس ہی باقی نہیں رہی جب میں یہ کہتا ہوں تو میری مراد صرف انکی انتہائی فرمانبرداری کو ظاہر کرنا ہے اس سے یہ مقصد نہیں کہ یہاں جرائم نہیں ہوتے۔ یا قانون کی ایک یا دوسری خلاف ورزیاں نہیں ہوتیں۔ جرائم اور قانون شکنی کے واقعات بجائے خود ایک دلچسپ چیز اور ایک سائینس بن گئے ہیں غرض عام طور پر یہ لوگ امن پسند اور مطیع فرمان ہیں۔ جہاں پولیس مین نے اشارہ کیا وزیر اعظم سے لیکر ایک عام شہری تک کی سواری فوراً رک جاتی ہے۔ اور پولیس مین مست ہاتھی کی طرح کھڑا ہوا ٹرافک کا انتظام کرتا رہتا ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر میں اس انتظام کو دیکھتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہوں اور مسلمانوں کی حالت پر افسوس! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اماطة الاذی من الطریق ایمان کا ایک شعبہ (حصہ) ہے مگر ہم میں یہ بات نہیں پائی جاتی کا فران فرنگ

اسپر عمل کر رہے ہیں۔ امن کو قائم رکھنا مومن اور مسلم کا فرض تھا اگر ہم اپنے محلوں اور شہروں میں بھی امن قائم نہیں رکھ سکتے۔ قانون کا احترام اور اطاعت خود لفظ اسلام میں موجود تھی مگر ہم قانون پر نقطہ چینی اور اعتراض کو بجائے فرمانبرداری کے ترجیح دیتے ہیں۔ میں نے اس حالت کا مشاہدہ کیا اور میں نے کہا کہ

کامیاب قوم کے لئے یہ اصول بہت ضروری ہے کہ

وہ اپنے قومی قوانین کا احترام کرے۔

حضرت خلیفۃ المسیح کا ایک واقعہ

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز قوم میں یہی روح پیدا کرنی چاہتے ہیں اور آپ کا عمل اسپر شاہد ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ بہت سے واقعات اور حالات اس قسم کے ہیں کہ وہ سلسلہ کی تاریخ تعمیر کا بہت بڑا سامان اپنے اندر رکھتے ہیں مگر ہم اُنپر سے یونہی گذر جاتے ہیں۔ میرے ایک نہایت مکرم و معظم بھائی۔ (جو قادیان میں معزز مہاجر ہیں پنشنر ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں داخل ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے انکو بہت محبت و اخلاص ہے) کے خلاف ہمارے کسی انتظامی محکمہ نے ایک حکم صادر کیا انہیں ایام ابتلا میں حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی شادی پر دعوت ولیمہ تھی۔ انتظام جن لوگوں کے ہاتھ میں تھا انکی معمولی سہل انگاری یا غفلت کیوجہ سے وہ مدعو نہ ہو سکے انکو قدرتی طور پر احساس تکلیف ہوا۔ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح کو ایک عریضہ لکھا کہ کیا مجھے اس طرح پر بائیکاٹ کر دیا گیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح نے انکو دعوت میں نہ بلائے جانے پر دلی اظہار افسوس کیا! ور کہا کہ بائیکاٹ ہرگز نہیں کیا گیا مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ

اگر محکمہ انتظامی بائیکاٹ کا حکم دیتا تو میں سب سے پہلے اسکی تعمیل کرتا

میرے معزز بھائی کو مجھ سے بھی محبت ہے وہ اس خط کو لیکر میرے پاس آئے۔ اور انکی آنکھیں پرنم تھیں اور کہتے تھے کہ

سلسلہ کو ایسے ہی خلیفہ کی ضرورت ہے

اور بہت متاثر تھے کہ جہاں ہمارا خلیفہ ہماری تکالیف کا بے حد احساس فرماتا ہے وہ قوانین کی پابندی اور احکام کے احترام کے لئے سب سے پہلے تیار ہے باوجودیکہ وہ خود قانون ہے مگر نافذ کردہ احکام کا آپ بھی ویسا ہی پابند ہے۔ یہ بات حضرت خلیفۃ المسیح میں ہی نہیں اس سے بہت اعلیٰ شان کے ساتھ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں مشاہدہ کی۔ میں ایک واقعہ کے اظہار کے بغیر آگے نہیں جا سکتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا واقعہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ایک مرتبہ قصائیوں نے بہت دُکھ دیا اور جماعت مجبور ہوئی کہ ان کے ساتھ قطع تعلق کرے۔ چنانچہ ان سے گوشت لینا بند کر دیا گیا ہمارے ہاں کوئی انتظام گوشت کا نہ تھا۔ خاکسار عرفانی اور شیخ محمد اسمٰعیل صاحب سرساوی اور مفتی فضل الرحمٰن صاحب اس انتظام پر مامور ہوئے کہ احباب کو تکلیف نہ ہو۔

ان محبوب ایام کی یاد قلب پر خاص قسم کے اثرات چھوڑے بغیر نہیں رہتی۔ ہم روزانہ دو تین بکروں کا انتظام کرتے اور پھر اُن کی ذبح اور تقسیم ایک مشکل کام تھا اسلئے کہ کوئی ہم میں سے واقف نہ تھا۔ اور دوسرا کوئی قصاب موجود نہ تھا۔ یہ کام چل نہ سکتا تھا۔ آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ بمشکل ہم ایک بکرے کا انتظام کرنے پر مجبور ہوئے حضرتؑ روزانہ حالات معلوم کرتے رہتے تھے۔ ایک دن صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب والے مکان کے کمرے میں سے سیڑھیوں پر جا کر ہم نے عرض کیا کہ حضور سردست یہی انتظام ہو سکتا ہے کہ حضور کے گھر کے لئے گوشت کا انتظام ہو سکے اور باقی احباب دال پر گذارہ کریں وہ طریق ارشاد اور وہ صورت اب تک میری نظروں کے سامنے ہے دو تین سیڑھیاں اُتر کر آپ کھڑے تھے۔ فرمایا:۔

نہیں نہیں میں سب کے ساتھ ہوں اگر انتظام نہیں ہو سکتا تو ہم سب جتنے روز تک انتظام نہ ہو دال کھائینگے اور گذارہ کریں گے جو قاعدہ ہے وہ سب کے لئے ہے؟

کیا کیفیت ہم پر گذری وہ بیان نہیں ہو سکتی اس لذت اور سرور کو ہم بھول ہی نہیں سکتے۔ یہ ایک سبق تھا ہاں نمونہ کا سبق تھا اور اس ایک بات میں خدا کا پیارا

قوم سازی کا سبق پڑھا گیا

انگلستان آج دنیا پر حکومت کرتا ہے اور اسکی حکومت کے اسرار و اسباب میں سے ایک اور بہت بڑا راز یہ ہے کہ

قوم قانون کی فرمانبرداری اور احترام لازمی سمجھتی ہے

غرض ٹرونک پر صرف پولیس مین کی اُنگلی حکومت کرتی ہے اور اس اشارہ سے لاکھوں انسان اِدھر سے اُدھر باامن گذر جاتے ہیں۔

چونکہ ٹرونک کی بے انتہا کثرت ہے روزانہ حادثات بھی وقوع میں آتے ہیں مگر اس قسم کے تمام حادثات پولیس کی بدانتظامی کا نتیجہ نہیں بلکہ اکثر وہ ڈرائیوروں کی بدمستی اور مخموری کے باعث ہوتے ہیں۔

لنڈن کے پولیس مین کے متعلق کچھ اور

لنڈن کا پولیس مین دنیا بھر میں نمونہ کا پولیس مین سمجھا گیا ہے۔ اور مختلف ممالک کے اہلکاران پولیس تعلیم کے لئے یہاں آتے ہیں۔ باوجودیکہ محکمہ پولیس مین نہایت تنومند اور قوی ہیکل نوجوان لئے جاتے ہیں مگر محکمہ کی تربیت کا یہ اثر ہے کہ انکے غصہ اور غرور کی قوتوں پر موت وارد ہوجاتی ہے اور ہندوستان کی پولیس سے تو اسکو نسبت دینا بھی میرے نزدیک اسکی سخت ہتک ہے اسکی زندگی کا مقصد پبلک کی خدمت اور ہمدردی ہے وہ اپنی اس سپرٹ کے اظہار میں سفید و سیاہ کا فرق نہیں کرتا۔ امیر و غریب اسکی نظر میں ایک ہے نہ تو وزیر اعظم یا خود بادشاہ سلامت بھی اسکی انگلی کے اشارہ کے خلاف اپنی موٹرلے جاسکتے ہیں اور نہ ایک غریب انسان محض اپنی غربت کی وجہ سے نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔

آپ اس سے گفتگو کریں تو اسکی زبان سے شرافت و اخلاق کے پھول جھڑتے ہیں ذرا ذرا سی بات پر وہ تھینک یو اور اف یو پلیز کہتا ہے کیا ہندوستان کی پولیس کے انگریز افسر اپنے ماتحتوں میں یہ سپرٹ پیدا نہ کرینگے؟ اور انکی زبان پر جو گالیوں کی ڈکشنری تیار ہوتی رہتی ہے اسے بند نہ کرینگے؟ اگر آپ اس سے راستہ پوچھیں تو وہ آپکو پوری واقفیت دیگا تاکہ آپ غلطی نہ کریں وہ موڑوں کو گن کر بتائیگا پہلا موڑ دائیں طرف پھر تیسرا موڑ بائیں طرف پھر دوسرا دائیں طرف وغیرہ غرض ایسے طور پر صراحت کریگا کہ پھر آپ کو پوچھنے کی دقت نہ ہو۔ مجھکو مختلف ممالک کی پولیس کے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ مصر۔ فلسطین۔ شام۔ اٹلی۔ فرانس۔ ہالینڈ۔ سوئزرلینڈ۔ بلجیم۔ جرمن مگر میں نہایت دیانتداری سے کہتا ہوں کہ انگلستان کا پولیس مین سب میں ممتاز ہے

فرانس میں میں نے دیکھا کہ پولیس مین کے اشارہ کی تو بعض وقت کیا پروا ہوتی ہے وہ اگر موٹر کے آگے کھڑا ہوجاتا ہے تب اسکے حکم کی تعمیل محض اسوجہ سے ہوجاتی ہے کہ کچلا نہ جاوے۔ اسکے اخلاق اور نرم مزاجی کی یہ حالت ہے کہ بعض اوقات موٹروں کے ڈرائیوروں سے تو تو میں میں بھی کرلیتا ہے۔ جرمن کی پولیس اپنی فوجی وردی سے پہچانی جاتی ہے۔ اطالیہ کا پولیس مین موچھوں پر تاؤ دیتا رہتا ہے۔ اور اس کو بہت بڑا خیال اپنی وضعداری کا رہتا ہے مصری کانسٹیبل خلال کرنے میں بڑے ماہر ہیں۔

مگر لنڈن کا پولیس مین ان سب سے نرالا ہے اسکے مدِ نظر ایک اور صرف ایک ہی امر ہے کہ وہ لوگوں کو کس طرح آرام پہنچا سکتا ہے۔

پُر غصہ چہرہ کی بجائے آپ اسے خندہ جبیں پائیں گے۔ برف و باران کے طوفان اسکو اپنی جگہ سے جنبش نہیں دے سکے۔ میں نے پبلک اور پولیس کے ان تعلقات کو غور سے دیکھا اور میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ

یہ اتحادِ عملی اور اطاعت کا نتیجہ ہے

ہر خاندان ہر قوم اور ہر ملک میں قیامِ امن کی تمام کوششوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ لوگ قانون کی اطاعت ضروری سمجھیں اور اس قانون پر عمل درآمد کرنے والے رفاہ عام کے نصب العین کو مقدم کریں۔

مَیں ہندوستان میں تھا تو سالہا سال تک پولیس کو مَیں نے انکے فرائض میں اخلاقی مدد دی ہے اور بغیر کسی ذاتی غرض اور مفاد کے محض اسلئے کہ پبلک کو نفع پہنچے مگر مَیں سالہا سال کے ذاتی تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ مَیں نے بہت کم روحِ رفاہ عام کا مشاہدہ کیا۔ ہندوستان کی پولیس میں یہ روح مفقود ہے۔

آرگنیزیشن یہ تو راہ گیروں اور راہبروں کے لئے انتظامی صیغہ سے متعلق مَیں نے کچھ ذکر کیا اسکی بھی متعدد اور مختلف شیوں ہیں۔ اور تفاصیل بہت وقت اور گنجائش چاہتی ہیں ہمارے ریویو کے صفحے صرف اسکے لئے بھی کافی نہیں ہو سکتے۔ اسلئے مَیں ایک اور پہلو یہاں کی زندگی کا دکھانا چاہتا ہوں وہ آرگنیزیشن ہے کوئی کام ہو وہ قومی ہو یا شخصی اسکے لئے باقاعدہ انتظام ہوتا ہے اور تقسیم محنت کے اصول پر مختلف ہسپتالوں یا دوسری رفاہ عام کی ضروریات کے لئے چندے ہوتے ہیں اور انکے لئے ایک دن مخصوص کرلیا جاتا ہے اس روز وقت مقررہ پر شہر کے ہر حصہ میں۔ والنٹیر کام کرتے نظر آئینگے۔ ایک اجنبی کو حیرت ہوتی ہے کہ اسقدر لوگ اتنے بڑے شہر میں جہاں ایک ایک منٹ قیمتی ہے اور بہت قیمتی ہے ان کاموں کیلئے کسطرح ایک دن دیدیتے ہیں؟ اور یہ کیا انتظام ہے کہ ہر سڑک پر موٹر ہر گلی میں کام کرنے والے موجود ہیں۔ پچھلے دنوں یہاں ایک کوئین الگزینڈرا ڈے منایا گیا۔ مَیں صبح ہی اٹھا اور جدھر جاتا تھا پھول لگانے والی لڑکیاں۔ عورتیں ہر عمر اور ہر طبقہ کی موجود تھیں اور مشین کی طرح کام کر رہی تھیں۔ مَیں نے درد صاحب سے ذکر کیا کہ آرگنیزیشن نے مجھے تو ہلا دیا۔ یہ قوم اگر حکومت نہ کرے تو پھر اور کون اسکی مستحق ہے۔

ہمارے ہاں قومی ضروریات کیلئے چندہ مانگنے کے لئے بڑے آدمیوں کو مشکلات پیش آتی ہیں اور انہیں گویا ایک موت کا پیالہ پینا ہوتا ہے مگر یہاں یہ بات نہیں۔ خدا تعالیٰ بڑی بڑی برکات اور رحمتیں نازل کرے حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ پر کہ انہوں نے اس راہ میں اپنا بے نظیر اسوہ چھوڑا ہے میں نے الحکم میں جب انکی زندگی پر چند آرٹیکل لکھے تھے تو مَیں نے انکی ایک کاپی پر لکھے ہوئے شعر کا حوالہ بھی دیا تھا یہ کاپی دفتر محاسب میں ہوا کرتی تھی مَیں آج بھی اس شعر کو لکھتا ہوں

مانگوں نہیں پر مر رہوں پیٹ بھرن کے کاج ٭ پر سوارتھ کے کام کو مانگتے آئے نہ لاج

یعنی اپنا پیٹ پالنے کے لئے میں ہرگز نہیں مانگونگا خواہ مجھے بھوک سے مرجانا پڑے لیکن رفاہ عام کے لئے دست سوال پھیلانے میں میں ہرگز شرم نہیں کرونگا۔

میں نے یہاں دیکھا ہے کہ بڑے بڑے گھرانوں کی مستورات ایسے موقعوں پر اپنے گلوں میں خیراتی بکس ڈالے چوراہوں پر کھڑی ہیں اور قوم اور ملک کے لئے تماشائے اہل کرم دیکھتی ہیں۔

یہ آرگنیزیشن صرف ایک کام میں ہی نہیں انکے ہر کام اور شغل میں اس کا برابر انتظام ہے کھیل کود ایک معمولی مشغلہ زندگی کا سمجھا جاتا ہے اور اس کا نام ہی کھیل کود ہے مگر یہاں کھیل کود کے میدان بھی آرگنیزیشن کے بہترین نظارے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کام آسانی اور عمدگی کے

ساتھ تھوڑے وقت اور کم خرچ پر ہو جاتا ہے۔

یہ لوگ ترتیب کو کبھی ہاتھ سے نہیں دیتے۔ سٹیشن پر جاؤ یا کسی ریسٹارنٹ میں یا تھیٹر میں کوئی شخص دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کریگا۔ بلکہ وہ ہر شخص کے ساتھ انصاف کرینگے ایک

کیو کے نظارے

شخص جو پہلے آیا ہے اس کا حق ہے کہ وہ پہلے جگہ حاصل کرے اور یہ اسکے وقت اور محنت کا ثمرہ ہے۔ ہماری طرح نہیں کہ ایک شخص آیا تو سب سے پیچھے ہے اور وہ ٹکٹ لینے کے لئے کہنیاں مار کر آگے دھکیلتا جاتا ہے۔ اور اس کشمکش میں کمزوروں کو کچلتا جاتا ہے۔ یہاں جب آپ کسی تھیٹر کے سامنے جائیں تو حیرت ہوگی کہ سینکڑوں آدمی قطار باندھ کر کھڑے ہیں بعض اوقات کئی کئی گھنٹے وہ کھڑے رہتے ہیں ان میں گھبراہٹ اور بے دلی پیدا نہیں ہوتی مگر وہ ترتیب کو ہاتھ سے نہ دینگے۔ پچھلے دنوں جب کرکٹ میچ ہو رہے تھے تو بعض اوقات بارہ بارہ گھنٹہ تک اس کیو میں لوگ کھڑے رہے۔ ملک معظم کی والدہ محترمہ ملکہ الگزینڈرا کی وفات پر کیو کا بہت ہی دلکش نظارہ تھا۔ لوگ اپنے کھانے بھی ساتھ لے آئے تھے۔ اور دوسری جگہ بھی جہاں زیادہ انتظار کرنا پڑتا ہے وہ ایسا ہی کرتے ہیں غرض کسی کام کو وہ آرگنیزیشن اور ترتیب اور تقسیم محنت کے اصولوں کے بغیر نہیں کرتے ہیں اور ان باتوں نے قوم کا ایک مضبوط کریکٹر بنا دیا ہے۔ اور کوئی چیز انکو جنبش نہیں دے سکتی۔

قومی کریکٹر

کریکٹر کی مضبوطی قوم کی ترقی کا بہت بڑا ذریعہ ہے جس قوم کا کوئی قومی کریکٹر نہیں وہ قوم کبھی ترقی ہی نہیں کر سکتی۔ میں نے پہلے سرسری نظر سے لیکن اب امعان نظر سے اس امر کا مطالعہ کیا ہے کہ انگلستان کے دورِ عروج کی تہ میں کن اسباب کا دخل ہے اور میں بلا خوف تردید اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ انگلستان کی عظمت و شوکت کے اسباب اور ذرائع واٹرلو اور ٹریفالگر نہیں ہیں بلکہ وہ اس قوم کے قومی کریکٹر کی مضبوطی ہے

بہت ممکن ہے کہ ہیرو ورشپ کرنے والے انگریز یا انگریزی قوم کی تاریخ کے مبصر میری اس رائے سے اتفاق نہ کریں مگر میں اس کہنے سے نہیں رک سکتا کہ تعمیر انگلستان میں قومی کریکٹر کا جسقدر تعلق اور دخل ہے واٹرلو اور ٹریفالگر کا اسقدر نہیں۔ پس اگر ہم چاہتے ہیں کہ ترقی کریں اور حقیقی ترقی کریں تو ہمارا قومی کریکٹر مضبوط ہونا چاہیئے۔

ایک چھوٹی سی مثال انگلستان میں احمدی جماعت کی یہ ایک خصوصیت اور امتیاز قائم ہوگیا ہے کہ وہ عورتوں سے ہاتھ نہیں ملاتے۔ ابتداً جب اس تحریک کو حضرت خلیفۃ المسیح نے شروع فرمایا اور تاکیدی احکام دیئے تو ہمارے بعض دوستوں کو اضطراب تھا اور وہ اپنے لنڈن کے تجارب کو مدنظر رکھتے ہوئے اسکو سلسلہ کے لئے ایک دھکا سمجھتے تھے مگر مجھے تجربہ بتاتا ہے کہ

احمدیت کا یہ ایک کریکٹر شان رکھتا ہے

یہاں کی عورتیں اسکو حقارت سے نہیں بلکہ وہ احمدیت کے بلند نقطۂ نگاہ سے دیکھتی ہیں۔ دور بیٹھے ہوئے لوگ اسکو سمجھ نہیں سکتے مگر میں عین موقعہ پر ان کا لطف اُٹھاتا ہوں۔ غرض یہاں کے لوگوں میں ایک قومی کریکٹر ہے۔ اور وہ بچے سے لیکر بوڑھے تک میں پایا جاویگا۔ آپ بڑے سے بڑے آدمی کی ملاقات کو چلے جایئے وہ اکرام ضیف کریگا۔ خود دروازہ تک لینے آئیگا اور چھوڑنے کے لئے آئیگا۔ ہر بات پر اظہار تشکر ہے۔

میرا ایک عجیب مشاہدہ مجھے پنجاب کے سابق لفٹنٹ گورنر سے ایک مرتبہ ملاقات کا اتفاق ہوا ہے میں نے جرمنی سے انکی ایک کتاب پڑھ کر انکو ایک خط لکھا جب میں واپس لنڈن پہنچا تو انکا مکتوب ملا کہ میں ان سے ایک دن ملوں۔ میں قرارداد کے موافق ان سے ملنے گیا وہ نہایت اخلاق اور محبت سے پیش آئے انکا حافظہ اتنا زبردست تھا کہ میرے بعض مضامین کا انہوں نے حوالہ دیا کہ میں نے پڑھے تھے (پڑھنے سے یہ مراد نہیں کہ خود پڑھے تھے انکے نوٹس میں لائے گئے تھے) غرض وہ مجھ سے اور میں ان سے ملکر بہت خوش ہوا۔ جب میں نے رخصت چاہی تو وہ اُٹھ کر کھڑے ہوئے اور باہر نکل کر یہاں کے اداب اکرام ضیف کے ماتحت میرے اوورکوٹ کی طرف لپکے کہ وہ خود مجھے پہنا دیں مگر میں نے شکریہ سے معذرت کی اور اپنا کوٹ آپ پہن لیا۔ یہاں کے اداب و اخلاق کے لحاظ سے بات بہت معمولی ہے۔ لیکن کیا ہندوستان کے کسی امیر آدمی سے تو درکنار برابر کے انسان سے بھی توقع ہو سکتی ہے کہ وہ اس خدمت کے لئے جو ایک نوکر کا کام ہے خود کرنے کو تیار ہو جاوے؟ ہرگز نہیں۔ یہ اخلاق اور اداب محض قومی تربیت کا نتیجہ ہیں۔ اور قومی کریکٹر کی حفاظت کا اثر۔

چونکہ یہاں اپنے ہاتھ سے کام کرنا عار نہیں بلکہ فخر اور ضروری سمجھا جاتا ہے اسلئے عار نہیں سمجھتے

ہمارے یہاں ایک شخص اپنا کام بھی اپنے ہاتھ سے نہیں کرسکتا تو وہ دوسروں کے لئے کیوں کریگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپکے خلفاء و نواب کی زندگیوں میں یہ کریکٹر واضح ہے۔ غور کرو وہ سماں کیا پُر لطف اور معاً حیرت افزا ہوگا جبکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے یہودی مہمان کی خراب کردہ چادر کو اپنے ہاتھ سے دھو رہے ہونگے۔ یہ ایک سبق تھا جو ہم نے بھلا دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھنے والے اب تک موجود ہیں کہ حضورؑ اپنے ہاتھ سے کس طرح پر مہمانوں کے لئے سامانِ آسائش و خورد و نوش لیکر آیا کرتے تھے (عرفانی نے ان مبارک ہاتھوں سے کاسہ ہائے محبت کو پیا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ)

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کو میں نے دیکھا ہے کہ وہ ہمیشہ ان اُمور کا لحاظ رکھتے ہیں سنہ ۱۹۱۲ء میں جب مدارس اسلامیہ کے دیکھنے کے لئے آپنے ایک سفر کیا تھا اور خاکسار عرفانی کو بھی اس سفر میں عزّت شمولیت حاصل تھی۔ تو میں نے دیکھا کہ کانپور کے مقام پر آپ ایک صبح کو بہت سویرے اُٹھے اور جہاں تک میں جانتا ہوں جان بُوجھ کر اُٹھے اور اپنی ضروریات سے فارغ ہوکر پانی کا ایک لوٹا بھر کر ایک معزز دوست کے پاس رکھدیا اور پھر انکو اُٹھادیا تاکہ وہ رفع حاجت وغیرہ کے لئے پانی کے لئے تکلیف نہ اٹھائیں۔ انہوں نے جب اس حالت کو دیکھا تو وہ وفور محبت سے چشم پُر آب ہوگئے۔ پانی کا لوٹا رکھدینا یہ ہونے والے سردار قوم کے لئے سُبکی کی بات نہ تھی بلکہ اسکے عالی مقام کی خبر دیتی تھی کہ

سیّد القوم خادمھم

کے مفہوم کو یہ سمجھتا ہے۔ میں عادی ہوں کہ ہر شئے کو باریک نظر سے دیکھتا ہوں اور حضرت کی زندگی کے تمام واقعات سے ایک لطف اٹھاتا رہتا ہوں یہاں وردِ صاحب جانتے ہیں کہ حضرت کا کوئی خط آجاتا ہے تو اس کا ایک ایک فقرہ ایک ایک ادا لبھائے جاتی ہے۔ چند سال کا ذکر ہے کہ سالانہ جلسہ کی تقریب پر ناظمان جلسہ نے حضرت صاحبزادہ ناصر احمد صاحب کو کام پر لگایا مگر جو کام دیا وہ ظاہری رنگ میں انتظامی تھا عملی نہ تھا۔ میں اگر غلطی نہیں کرتا تو آپنے ہزاروں انسانوں کے سامنے اپنی تقریر میں اسکو پسند فرمایا بلکہ فرمایا کہ:۔ بہتر ہوتا انکو روٹیاں تقسیم کرنے یا پانی پلانے کی خدمت دی جاتی

یہ ایک روح تھی اور ہے جو آپ جماعت میں پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ ہم اکرامِ ضیف کی حقیقت اپنے اندر پیدا کریں۔ ناخدا ترس ظالم معترض .. .. (جنکے اصول ایمان میں علیؑ کی محبت داخل ہے) خدا جانے کیا سمجھیں گے؟ اور کیا سمجھتے ہیں کاش وہ غور کریں کہ جماعت کو یہ شخص کس اعلیٰ مقام کی طرف لے جا رہا ہے۔

ذوق سخن نہیں یاد محبوب کہیں سے کہیں لے جاتی ہے اور میں سلسلہ سخن سے دور یا سلسلہ سخن کی طرف جا نکلتا ہوں

مبتلائے دردِ روحانی بھی ہوں اور شاد بھی۔ دل میں زخم عشق بھی ہے اور کسی کی یاد بھی

غرض پنجاب کے ایک سابق لفٹنٹ گورنر کے قومی اخلاق اور کریکٹر نے مجھے بتایا کہ اس قوم کی عظمت کا یہ ایک راز ہے کہ وہ تمام خوبیاں جو اسلام نے ہمیں سکھائی تھیں وہ عملاً انہوں نے لے لی ہیں۔

ترتیب اور انتظام میں عملی مدد کا یہ حال ہے کہ میں نے پبلک ہوس (شراب خانوں) میں بھی جا کر دیکھا ہے کہ جہاں ہمارے ملک کے مذاق کے موافق ٹوپیاں اور پگڑیاں اُچھلا کرتی ہیں اور بزم رنداں کی بھی بڑی خوبی سمجھی جاتی ہے اسجگہ بھی اس ترتیب کو بالکل جواب نہیں دیدیا جاتا۔

عرفانی ایک پبلک ہوس میں

میرے دوست اور میرے بچے شائد اسکو پسند نہ کریں کہ انکا دوست یا ان کا باپ ایک شراب خانہ میں کیوں چلا گیا؟ مگر میں انکو نہایت دیانداری سے یقین دلاتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی نے مجھے ایسے مقامات پر بھی عزت و اکرام سے لیا ہے اور کوئی ناگوار بات پیش نہیں آئی۔ میں لنڈن کے ایک بہت بڑے پرانے شراب خانہ کو دیکھنے گیا جسکی بابت کہا جاتا ہے کہ انگلستان کے شہزادوں اور شاعروں اور بڑے بڑے آدمیوں نے وہاں آکر لطف صحبت اُٹھایا ہے اور ڈکنس انگلستان کا مشہور و معروف اہل قلم وہاں بیٹھ کر بعض اوقات لکھتا اور شراب پیتا تھا۔ میں جب اسکے دروازہ پر پہنچا تو مجھے محض اس خیال سے کہ میں بلانوش نہیں نہایت ادب کے ساتھ اندر نہ جانے کے لئے کہا گیا مگر جب میں نے کہا کہ میں اس تاریخی شراب خانے کو دیکھنا چاہتا ہوں تو اندر سے عملۂ انتظام کا ایک معزز رکن آیا اور وہ اندر لے گیا۔ میں نے اس کے مختلف حصوں کو دیکھا اور میں حیران ہوتا تھا کہ یہ مے نوش بھی اپنے قومی کیریکٹر سے عاری اور تہیدست نہ تھے۔ میں جہاں جہاں سے گذرا وہ محبت آمیز ہنسی کے ساتھ اسلام کے ساتھ مجھے خوش آمدید کہتے اور بعض نے اپنی سرشاری میں شریک ہونے کی بھی درخواست کر دی جسکو میں شکر گذاری سے رد کرتا ہوا گذر گیا۔ کوئی کہ سکتا ہے کہ یہ کسی بڑے پایہ کے مے خانہ کی بات ہے عام پبلک ہوسوں میں جہاں عام لوگ ضروری پیشہ ور آکر شراب پیتے ہیں یہ حالت نہ ہوگی مگر میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ میں نے وہاں بھی قومی کریکٹر کو ہاتھ سے دیا ہوا نہیں پایا۔ ایک قسم کی بدمستی دیکھی ہے مگر وہ گالیوں یا فواحش کے رنگ میں نظر نہیں آئی۔

لوگ گالی دینا نہیں جانتے

یہاں کے عجائبات میں ایک بات یہ بھی ہے کہ یہاں لوگوں کو گالی دینا نہیں آتا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ گالی کی کوئی صورت یہاں نہیں ہے مگر وہ بھی مہذب صورت ہے جو فواحش ہندوستان سُننے جاتے ہیں اور جو گالیاں وہاں کی پولیس کے کنسٹبل یا چوڑھے چمار تصنیف کرتے ہیں انکا تو نام و نشان بھی یہاں نہیں۔ اور لوگ جانتے ہی نہیں ہیں۔ کیا یہ اسلامی تربیت نہیں ہے؟ ہمارے ملک میں بازاری بہت بڑی تحقیر کا کلمہ ہے اور بازاریوں کی زبان اور محاورات نہایت ادنیٰ درجہ کے سمجھے جاتے ہیں کسی شخص کو بازاری کہدینا اسکی حد درجہ کی بے عزتی ہے لیکن یہاں کا بازاری شاید ہندوستان کے بہت بڑے طبقہ کا مہذب انسان ہے۔ جو اخلاق اور آداب یہاں کے بازارات اور دوکانوں میں برتے جاتے ہیں انکا نمونہ تو درکنار تصور بھی ہندوستان کے بازاروں یا دوکانوں پر نہ ملے گا۔

ایک پُرانا واقعہ

۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام دہلی تشریف لے گئے (خاکسار عرفانی کو بھی عزت رفاقت نصیب تھی والحمد للہ علیٰ ذٰلک) مکرمی شیخ غلام احمد صاحب واعظ نومسلم بھی ساتھ تھے چاندنی چوک بازار میں وہ ایک جوتا خریدنے کے لئے گئے۔ میں ساتھ تھا ایک پنجابی جوتا فروش کی دوکان پر جوتا پسند کرنے لگے ابھی دو چار جوڑوں کا ہیر پھیر ہوا تھا کہ دوکاندار صاحب گھبرا نہیں گئے غصہ میں آگئے۔ اور معمولی باتوں سے تیز کلامی پر اُتر آئے ہم بھی کچھ جواب دینا چاہتے تھے مگر وہ بہت تیز ہوگئے۔ اتنے میں خلیفہ رجب دین مرحوم لاہوری بھی آگئے وہ سیانے اور سمجھدار تھے۔ اُنہوں نے دوکاندار کو خطاب کرکے کہا:-

صاحب! آپ دوکانداری کرتے ہیں یا فوجداری؟

غرض ہم اس بلا سے چھوٹے۔ دوکاندار گویا ہماری خواہش اور ضرورت کی چیز نہیں بلکہ اپنی مرضی کے موافق اپنا مال فروخت کرنا چاہتا ہے یہاں آپ دوکان میں جاکر اگر سو دفعہ ناپسند کریں تو وہ ہر دفعہ تھینک یو کہکر اور پیش کرتا جائیگا اور اس کے چہرہ پر ناراضگی تو درکنار تکان اور خستگی کے آثار بھی نمایاں نہ ہونگے۔ وہ اپنا فرض سمجھتا ہے کہ خریدار کو خوش کرکے اپنا مال فروخت کرے، نہ یہ کہ خواہ نخواہ اسکے گلے مڑھ دے۔ الغرض ہمارے ہاں کے بازاری اور یہاں کے بازاری میں اتنا فرق ہے جتنا ہندوستان اور انگلستان کے درمیان فاصلہ ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ چٹھی کسی قدر لمبی ہوگئی ہے اس لئے میں اسکو یہاں ختم کردیتا ہوں۔ اگلی چٹھی میں احباب کو کچھ اور مناظر دکھاؤنگا وباللہ التوفیق۔

خاکسار عرفانی

غلبۂ رُوم

یہ ایک کتاب ہے۔ مولوی ظفر علی خاں صاحب مالک اخبار زمیندار کی تالیف جو انجمن حمایت الاسلام لاہور نے شائع کی ہے۔ نہایت اعلیٰ عمدہ دبیز کاغذ پر حجم ۲۴۴ صفحے۔ چھپوائی دیدہ زیب مگر کتابت معمولی۔ دو روپے قیمت ہے۔

سورۂ روم کی ابتدائی آیات میں قرآن حکیم نے جو عظیم الشان پیشگوئی فرمائی تھی اسکی تصدیق تاریخ ایران و روما کی روشنی میں بیان کی ہے۔

میں یہ تو نہیں مانونگا۔ کہ مولوی ظفر علی خاں صاحب نے ان آیات قرآنی (جن کے حق میں لایمسہ الا المطھرون آیا ہے) کی بہترین تفسیر کی ہے۔ بھلا وہ کیا تفسیر کریگا جو طیراً ابابیل کے معنی ابابیل پرندے کرتا ہو۔ لیکن اسمیں کچھ شک نہیں کہ تاریخ ایران و روما کے جستہ جستہ ضروری واقعات خوش اسلوبی سے قلمبند کیئے ہیں۔ پھر ظفر علی خاں صاحب کا طرز مخصوص انشاء پردازی سونے پر سہاگہ کا کام دے گیا ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ روما و ایران کی سلطنتیں کیسی زبردست تھیں اور پھر باہمی تصادم میں ان کے کیا حالات ہو گئے۔ اور قرآن مجید نے ھم بعد غلبھم سیغلبون کی پیشگوئی ان حالات میں کی جبکہ ظاہری حالات قطعاً اس پیشگوئی کے وقوع کے خلاف تھے۔ اور جس کی نسبت متعصب مورخین یورپ یہ الفاظ لکھنے پر مجبور ہوئے ہیں۔

(۱)

"جب یہ پیشگوئی کی گئی تھی تو اس سے زیادہ دور از کار اور بعید از وقوع تصور کوئی نہ ہو سکتا تھا" (گبن)

(۲)

"رومیوں کی حالت اسوقت ایسی پتلی ہو رہی تھی کہ ان کے سنبھل جانے کا بہت کم امکان نظر آتا تھا" (پامر)

(۳)

"قرآن مجید میں رومیوں کے خارج از قیاس غلبہ کی بیش از وقت تعیین ایک کھلی ہوئی ملہمانہ بشارت ہے جس کی صداقت کو اگر مسیحی تسلیم نہ کریں تو بجز ندامت و خسران

کے آگے جھکنے میں اور کچھ نہیں آسکتا۔ (ڈی بولاں ویلرس)

کیا اس بات میں ذرا بھی شُبہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدون اعلامِ الٰہی محض قیاس سے یہ پیشگوئی کردی ہو۔ کہ روم ایران سے مغلوب ہوگیا لیکن ۹ سال کے اندر اندر ایران پر غالب آئیگا۔ اس وقت روم کی حالت بے شک کمزور تھی لیکن واقعات نے ایسا پلٹا کھایا کہ وہی آدم ایران پر غالب آیا۔ واقعات کی تفصیلی کیفیت یہ بھی بتاتی ہے کہ ایران کی سلطنت کیوں پارہ پارہ ہوئی ہے اور خسرو پرویز نے اپنے گستاخی کی سزا کیونکر پائی جبکہ اس نے نبی کریم صلعم کا مکتوب پھاڑ دیا تو حضور نے فرمایا کہ اسکی سلطنت بھی پارہ پارہ ہوجائیگی اور کسریٰ کے دارالسلطنت میں اسلام پہنچ جائے گا۔ پیشگوئی کے بارے میں چند باتیں مولوی ظفر علی خاں صاحب ایسی حوالہ قلم کر گئے ہیں۔ جو بالکل حقائق ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ احمدیت کے مقابلہ میں وہ اور ان کے ہم مشرب کبھی تسلیم نہیں کیا کرتے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

"پیشگوئیوں کے الفاظ کبھی صاف اور صریح ہوتے ہیں اور کبھی پیچیدہ و مبہم۔ مکان و زمان کی تعیین اور اسماء و اشخاص کی تصریح کبھی ایضاح کا پہلو لئے ہوتی ہے کبھی الہام کا شاہد راز کی چہرہ کشائی میں مشاطۂ غیب کا منہ ذرا تک کر اُٹھتا ہے عہد عتیق کے صحائف کی سطر سطر اس حقیقت کی آئینہ داری کر رہی ہے۔" (صٓ۳)

پس اس عبارت کی موجودگی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر کبھی مبہم ہونے کا الزام دیگر انہیں خود ساختہ کہنا ٹھیک نہیں ہوگا۔ ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"جس پیشگوئی کا حوالہ علامہ مسعودی نے دیا ہے اسکی تاریخی اور الہامی اصلیت کے آگے ہمیں بے اختیار سر تسلیم جھکانا پڑتا ہے اسکے تاریخی الاصل ہونے پر تو خود اردشیر کی تحریف گواہ ہے اگر ایسی کوئی عام پیشگوئی موجود نہ ہوتی تو وہ اسکی میعاد میں تصرف بھی کیوں کرتا رہا اسکے ماخذ کا الہامی ہونا سو اسکا ثبوت اسکی حیرت انگیز تکمیل میں موجود ہے۔"

یہ اس پیشگوئی کی نسبت ارشاد ہے جو علامہ مسعودی نے کتاب التنبیہ والاشراف میں بیان کی ہے کہ "جب ساسانی حکومت کی بنیاد رکھی گئی تو اس مضمون کی پیشگوئی زبان زد خلائق تھی کہ

زردشت سے ایک ہزار سال بعد دین زردشتی فنا ہو جائیگا۔ اور اسکے ساتھ سلطنت ایران بھی مٹ جائیگی۔

اردشیر بابکان نے یہ دیکھکر کہ پیشگوئی کی میعاد میں ڈیڑھ سو سال باقی رہ گئے ہیں اصل مدت میں سے ۳ صدیاں گھٹا دیں مطلب یہ تھا کہ پیشگوئی کا وقت دیر سے آئے۔ اور زردشت کو گذرے ۵۶۶ سال ہی محسوب ہوں۔ چنانچہ اسکے مطابق سلطنت ایران آخری تاجدار ساسانی یزدجرد ثالث پر ختم ہوئی بعہد خلافت حضرت عثمانؓ سنہ ۶۵۲ء مولوی ظفر علی خاں صاحب اس پیشگوئی کو برحق قرار دیتے ہیں اور اس پیشگوئی کا زبان زد عوام ہونا اور اردشیر کا اسکی مُدّت میں تصرف اس بات کا ثبوت ٹھیرا ہے کہ بہرحال پیشگوئی ضرور تھی خواہ ہزار سال سے اوپر کی کسر لوگ بھول گئے ہوں۔ دوم اس کا پورا ہونا ثابت کرتا ہے کہ یہ پیشگوئی الہامی الاصل تھی۔ کیا مولوی صاحب اسی معیار پر ان پیشگوئیوں پر بھی غور فرمائینگے جو حضرت مسیح موعودؑ کے بارے میں اہل اسلام میں مشہور ہیں اور زبان زد خلائق ہیں۔ کیا کسوف و خسوف کا رمضان کی پیشگوئی کا پورا ہو جانا یہ ثابت نہیں کرتا کہ یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان وحی ترجمان سے نکلی۔ اور اب بعض مولویوں کا حدیث کو موضوع ٹھیرانا محض تکذیب حق ہے۔

ایک اور مقام پر مصنف غلبہ روم نے لکھا ہے کہ:-

"یہ ایک عجیب غریب تاریخی واقعہ ہے کہ رسول اللہ کے ظہور سے کچھ مُدّت پہلے روئے زمین پر ایسے خوفناک زلزلے آنے شروع ہو گئے اور مُدّت دراز تک اس تواتر سے آتے رہے کہ دنیا کی تاریخ میں اسکی کوئی مثال نہیں ملتی××× دنیا اس طویل مُدّت میں بھونچال کے سخت جھٹکوں سے برابر تہ و بالا ہوتی رہی بڑے بڑے پہاڑ سرنگوں ہو کر پیوند آب ہوتے رہے بڑے بڑے آباد شہر طرفۃ العین میں برباد ہوتے دیکھے گئے سمندر خشک ہو گئے اور خشکی کی جگہ تر نے لیلی۔"

مولوی ظفر علی خاں صاحب نے یہ آسمانی نشانات قرار دیئے ہیں محمد رسول اللہؐ کی بعثت کا بیّن نشان ٹھیرایا ہے۔ اَمنّا بہ۔ مگر تعجب ہے کہ جب اس زمانے میں بھی یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ اسقدر پیہم زلزلے نئی دنیا اور پُرانی دنیا میں آئے کہ گذشتہ صدیوں میں اسکی نظیر نہیں ملتی۔ اور یوم ترجف الراجفۃ تتبعھا الرادفہ کا نقشہ پیش نظر ہو گیا۔ تو پھر یہی بات کیوں حضرت صاحبؑ مسیح موعودؑ کی صداقت کا نشان نہیں۔ کیا اس پر غور کیا جائیگا۔ اور آیندہ کے لئے ہمیں یہ کہنے کا حق ہوگا۔ کہ اس الحق کے بارے میں کیوں اسقدر بے انصافی باطل دوستی سے کام لیا جاتا ہے۔

اس کتاب میں ایک اور بات قابل نوٹ ہے کہ جا بجا گورنمنٹ برطانیہ کے نظام حکومت پر چوٹ کی گئی ہے مولوی ظفر علیخاں تو غالباً معذور تھے۔ کیونکہ بیچارے جیل میں بیٹھے رنج رسیدہ تھے جلی کٹی سنانے پر مجبور۔ مگر انجمن حمایت الاسلام جو مسلمانوں کی ایک انسٹی ٹیوشن ہے اسے کیا پڑی تھی کہ ایسی کتاب کی پبلشر بنے۔ بہرحال ہم اپنے ناظرین سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب کو منگوائیں اور منگوا کر اپنے معلومات میں اضافہ کریں۔ ہمارے احباب کو علمی و تاریخی کتب کے مطالعہ کا کم شوق ہے اور یہ کمی مضر ہے۔

اسلامی اخلاق۔ اسلامی زندگی

سنہ ۱۹۲۳ء میں حضرت خلیفۃ المسیح کی ایک تقریر سے متاثر ہو کر جو اپنی مجلس شوریٰ کے سامنے آپ نے اندرون مکان فرمائی تھی میں نے چاہا کہ ایک اسلامی دستور العمل تیار کیا جائے۔ جو اہل اسلام کے بچوں بچیوں نوجوانوں۔ بوڑھوں سب کے لئے بھی مفید اور قابل عملدرآمد ہو۔

اس کی ضرورت یہ ہے۔ کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ تو وہ ہے جو صرف نماز یا روزے ہی کو اسلام سمجھتا ہے نماز پڑھ لینے کے بعد وہ سمجھ لیتا ہے کہ مجھے کسی ضابطہ اخلاق کی ضرورت نہیں۔ اور ایسے لوگوں کی بدمعاملگی و بداخلاقی کی وجہ سے روشن خیال انگریزی خوان طبقہ بالخصوص۔ اسلام ہی سے متنفر ہو رہا ہے اور غیر مسلموں کو اسلام کی طرف توجہ نہیں ہوتی کیونکہ ان کے لئے صرف اسلامی اخلاق اسلامی تعلیم ہی موجب کشش ہو سکتی ہے۔

پھر ایک طبقہ ہے جو نماز روزے کی طرف متوجہ نہیں مگر بعض تہذیب و اخلاق کی باتیں خوب جانتے ہیں اور ان کی زندگی میں کم از کم نشست برخاست میل جول۔ ملاقات و مقالات کے تعلق ایک شائستگی پائی جاتی ہے۔ بدقسمتی سے سمجھا یہ جاتا ہے کہ یہ زمانہ حال کی تعلیم و تربیت کا اثر ہے بحالیکہ پسندیدہ باتیں جتنی اس تہذیب حاضرہ میں ہیں وہ اسلام کی تعلیم میں موجود ہیں بلکہ ان سے بہتر ہدایات پیش کی جا سکتی ہیں۔ اس لئے ضرورت تھی کہ ایسے نوجوانوں کو دکھایا جائے کہ جن باتوں کو تم مغربی روشن خیالی کا حصہ سمجھتے ہو۔ وہ تو اسلامی آفتاب کی ایک کرن کی چمک ہے۔

سوم۔ ہمیں ضرورت ہے کہ ہم اپنی قوم کو اسلامی تعلیم و تربیت میں ڈھالیں بحالیکہ موجودہ صورت میں ہر ایک علاقہ نے اپنے گردو پیش کے حالات سے اپنا ایک دستور العمل بنا لیا ہے جسمیں سے کئی باتیں اسلام کے منافی ہیں۔ پس اگر ہم ابتداء ہی سے اپنے بچے بچیوں کو اسلامک کوڈ کا پابند بنا دیں ان میں وہ اخلاق پیدا کریں جو اسلام چاہتا ہے تو ان برکات سے حصہ لیں جو اہل اسلام ہی سے مخصوص ہیں۔

چہارم۔ ہمارا اصل کام دعوۃ و تبلیغ ہے۔ جب کوئی غیر مذہب کا فرد نیا نیا اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ تو اس کے آگے کوئی ایسا دستور العمل نہیں دیا جاتا جس پر وہ اپنی آئندہ زندگی کو ڈھالے۔ بحالیکہ ایسے ضابطہ کے دیئے جانے کی سخت ضرورت ہے۔

پنجم۔ اسلام کا منشاء یہ نہیں کہ چند فقہی مسائل پر عملدرآمد کر لیا جائے بلکہ یہ فقہی مسائل تو ایک جسم کی مانند ہیں روح کسی اور چیز کا نام ہے یہ قشر ہیں۔ مغز۔ حقیقت جو ہے وہ تو کچھ اور ہی ہے۔ ایسے خیالات کی بناء پر ایک کتاب میں نے مرتب کی جسمیں اختصاراً قرآنی آیات بھی ہیں پھر کئی باب مقرر کر کے ہر باب کی ماتحت احادیث کا ترجمہ دیا گیا ہے اور صحاح ستہ میں سے اصل کتاب کا حوالہ بھی دیا گیا ہے جسمیں وہ حدیث راویوں کے اسماء کے ساتھ درج ہے۔ مَیں امید کرتا ہوں یہ کتاب جلد تر شائع ہو جائے گی۔

اُمّتِ محمدیّہ میں اجراءِ سلسلۂ نبوت

اللہ اللہ اس رعونت اس استعلاء اس خودپسندی اس استغنا کا کیا کہنا۔ جو مولانا اسلم جیراجپوری مدیر جامعہ علی گڈھ ایک نوٹ کے ابتداء میں دکھلاتے ہیں۔ کہ ہمارے آقا و پیشوا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پورا نام بھی معمولی ادب سے (جو شیوۂ شرفاء زمن ہے) لینا گوارا نہیں۔ تعجب ہے کہ ایک ناکام کے بیت کے پجاری جو کئی سالوں سے قدم قدم پر ٹھوکر کھا رہے ہیں۔ اور ہر سانحہ ہر واقعہ ہر انقلاب ان کے لئے کوہ ہمالہ سی بڑی غلطی کا پیغام لاتا ہے ایک کامیاب جماعت کے امام کو ایسا حقیر سمجھیں (وما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون) اور خود ان افراد کو رئیس آئینہ طوطی قرار دیں جو خدا کے فضل سے ایسے صراط مستقیم پر چل رہے ہیں اور ہر معاملہ میں ایسی صحیح اور پختہ رائے رکھتے ہیں کہ انہیں کسی انقلاب کسی گردش روزگار نے کبھی یہ کہنے پر مجبور نہیں کیا۔ کہ ہمیں نقصان پہنچا بجالیکہ خود مدیر مسئول نے اسی رسالہ جامعہ میں یہ اقرار کیا ہے کہ سیاست میں حد سے زیادہ انہماک ہمارے نقصان کا باعث ٹھیرا۔ اور یہ کہ جو پالیسی ہم اپنی ترقی کے لئے ضروری سمجھی تھی وہ صحیح نہ تھی جب معمولی مذہبی امور میں ان کی رائے کا یہ حال ہے تو اسی پر ان کی قرآن فہمی کا قیاس کیا جا سکتا ہے۔ مولانا اللہ دتا صاحب فاضل جالندھری نے انکو ایک سبق پڑھایا ہے دیکھئے اب جامعہ علی گڈھ قرآن مجید کی اس آیت کے متعلق بھی ہمیں واذا مرّوا ہی سناتے ہیں یا ہدایت پاتے ہیں۔

ماہ اکتوبر کے ریویو آف ریلیجنز میں عزیزم عبدالرحمٰن صاحب خادم آف گجرات کا مضمون ختم نبوۃ کے بارہ میں شائع ہوا تھا جس میں متعدد آیات و احادیث کی روشنی میں ختم نبوّت کی حقیقت کو واضح کیا گیا تھا منجملہ ان آیات کے آیت اِمّا یأتینّکم رسل منکم (اعراف ع ۴) بھی پیش کی گئی تھی۔ اس پر ایڈیٹر صاحب "جامعہ" دہلی عجیب باندازِ رعونت میں تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"پہلے یہ تو بتائیے کہ اس آیۃ میں مخاطب کون لوگ ہیں اور یہ خطاب کس وقت ہوا ہے۔ سنئے ان دونوں سوالوں کے جواب خود قرآن پاک میں موجود ہیں۔ تخلیق آدم کے بعد اللہ تعالیٰ نے ذریت آدم سے جو عہد الست لیا تھا۔ اسکی تذکیر اور یاد دہانی کے لئے ضروری تھا۔ کہ وہ دنیا میں ہدایت اور ہادی بھیجے چنانچہ اس نے ہبوط آدم کے وقت ہی یہ بتلا دیا کہ ہم خود تمھیں میں سے تمھارے لئے رہبر اور اپنی طرف سے پیغمبر بنا کر بھیجیں گے۔ یہ مضمون قرآن کریم میں تین جگہ ہے۔ اور تینوں جگہ آدم و ابلیس کے قصّہ کے بعد بیان کیا گیا ہے:۔

سورۂ بقرہ۔ فقلنا اھبطوا منھا جمیعًا فامّا یأتینّکم منّی ھدًی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

سورۂ طہٰ۔ قال اھبطا منھا جمیعا بعضکم لبعض عدو فاما یأتینّکم منّی ھدی فمن اتبع ھدای فلا یضل ولا یشقی

سورۂ اعراف۔ یا بنی آدم امّا یأتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی فمن اتقی واصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

ان تینوں آیتوں کا ایک ہی مقصد اور مفہوم ہے فرق صرف لفظی ہے۔ یعنی بقرہ اور طہٰ کی آیتوں میں ”ھدی“ کا لفظ ہے اور اعراف میں رسل ُکا۔ جسکی وجہ یہ ہے کہ اعراف میں نبوّت اور رسالت کی تاریخ بیان کیگئی ہے اور آدم سے لیکر نبی امّی تک اللہ تعالیٰ نے اسکو پہنچایا ہے جسکی رسالت کو ہر زمان اور ہر مکان کیلئے عام کردیا۔“

یہی وہ بڑی سے بڑی رکیک تاویل ہے جو اس نص صریح کے بالمقابل علماء و جہلاء غیر احمدیوں سے سننے میں آتی ہے۔ جسکو ایڈیٹر صاحب نے بھی بلا سوچے سمجھے درج کردیا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ خطاب ہبوط آدمؑ کے وقت آدم علیہ السلام سے ہوئے تھے۔ جو کہ آنحضرت صلعم تک کے لئے تھے۔ بعد ازاں رسالت منقطع ہوگئی۔ کیونکہ تمام زمانوں اور تمام قوموں کے لئے آپ مبعوث ہوگئے۔

جواباً واضح رہے۔ کہ اوّل۔ تو یہ بناء الفاسد علی الفاسد ہے۔ مانا کہ بقرہ اور طہٰ کا خطاب آدم علیہ السلام سے بوقت ہبوط ہوا تھا۔ لیکن اعراف والا خطاب تو آدمؑ علیہ السّلام سے نہیں بلکہ ”بنی آدم“ سے ہے۔ نیز بقرہ اور طہٰ کے بیان میں صریح درج ہے کہ یہ گذشتہ زمانہ کا واقعہ منقول ہے۔ لیکن اعراف کے بیان میں اسکے بالعکس ہے۔

دوم۔ آپنے فرمایا ہے کہ ”اس نے ہبوط آدمؑ کے وقت ہی یہ بتلادیا کہ ہم خود تمھیں میں سے تمھارے لئے رہبر اور اپنی طرف سے پیغمبر بناکر بھیجیں گے“۔ جناب کا یہ نتیجہ اگر تو امّا یأتینّکم منّی ھدی سے ہے۔ تو قابل تسلیم۔ والا غلط۔ کیونکہ ”ہبوط“ آدم و حوّا اور ابلیس کا ہوا تھا۔ ”بنی آدم“ کا نہ ہوا تھا۔ جیسا کہ ہر دو آیات کے ماسبق پر ادنیٰ نظر ڈالنے سے ہی عیاں ہے۔ اب جب ”بنی آدم“ کا وجود ہی نہ تھا۔ تو ان سے خطاب اور وقت ہبوط آدمؑ خطاب چہ معنی دارد؟ پس لازم آیا۔ کہ اعراف کا خطاب بقرہ اور طہٰ کے خطاب کا غیر ہے۔ کیونکہ ان میں ”مخاطب“ اور ”وقت خطاب“ میں فرق ہے۔ فتعین المطلوب۔

ہاں آیت اعراف کا سیاق و سباق بھی بوجوہ ذیل اس غلط توجیہہ کی تردید کررہا ہے۔

اوّل۔ یا بنی آدم امّا یأتینّکم سے قبل متصل ہی تین جگہ ”بنی آدم“ کو مخاطب کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

(۱) یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سوآتکم وریشا ولباس التقوی ذالک خیر ذالک من آیات اللہ لعلھم یذکرون۔

(۲) یا بنی آدم لا یفتننکم الشیطان کما اخرج ابویکم من الجنۃ ینزع عنھما لباسھما لیریھما سوآتھما انہ یراکم ھو وقبیلہ من حیث لا ترونھم انا جعلنا الشیاطین اولیاء للذین لا یؤمنون واذا فعلوا فاحشۃ قالوا وجدنا علیھا آباءنا الآیۃ۔

(۳) یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد وکلوا واشربوا ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین۔

کیا یہ تمام خطابات آنحضرت صلعم سے پہلے لوگوں کے لئے ہی ہیں؟ کیا لباس پہلوں کیلئے ہی تھا؟ کیا زینت کے استعمال کا انہیں کو حکم تھا؟ کیا فتنہ شیطان سے بچنے کی انکو ہی تاکید تھی؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں بلکہ "بنی آدم" عام مراد ہیں۔ بالخصوص خط کشیدہ الفاظ کی روشنی میں۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ اسکے بعد معاً جو "بنی آدم" آئے اس سے پہلے لوگ مراد لئے جاویں۔ اے کاش کہ آپنے ان آیات کا شان نزول ہی دیکھا ہوتا۔

دوم۔ ان آیات میں جن "بنی آدم" کا ذکر ہے۔ وہ ہبوط آدمؑ کے وقت موجود نہ تھے۔ ورنہ ان کو یوں خطاب کیا جاتا کہ لا یفتننکم الشیطان کما اخرج ابویکم من الجنۃ (اعراف ع۳) شیطان تم کو فتنہ میں نہ ڈالے جیسے کہ اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوا دیا۔ "اخراج والدین" کا تذکرہ ہی بتلا رہا ہے۔ کہ انکا اپنا اخراج نہ ہوا تھا۔ پس یہ عام "بنی آدم" ہیں اور انکو خطاب بھی عام ہے۔ بلکہ سچ پوچھو تو یہ صرف نزول قرآن کے وقت موجودہ اور آیندہ بنی آدم کے لئے ہی بشارت ہے۔ جیسا کہ منادی کا تقاضا ہے۔

سوم یأتینکم رسل منکم والے رسولوں کے مکذبین کے متعلق ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

قال ادخلوا فی امم قد خلت من قبلکم من الجن والانس فی النار کلما دخلت امۃ لعنت اختہا حتی اذا اداّرکوا فیہا جمیعا قالت اخراہم لاولٰہم ربنا ہٰؤلاء اضلونا فاٰتہم عذابا ضعفا من النار الآیۃ۔ کہ ہم انکو حکم دینگے۔ کہ تم بھی اپنے سے پہلے منکرین میں دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔ وہاں جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی تو اپنی ساتھ کی جماعت کو لعنت کریگی یہاں تک کہ جب سب دوزخ میں اکٹھے ہو جائینگے تب پہلوں اور پچھلوں میں جھگڑا ہوگا الخ۔

یہ بیان صراحتاً بتا رہا ہے۔ کہ جن رسولوں کا وعدہ دیا جا رہا ہے۔ وہ آیندہ آتے رہینگے۔ ورنہ انکے مکذبین کا سلسلہ (عموم کلی کے رنگ میں) ہمیشہ کے لئے نہ بتلایا جاتا۔ اہل دوزخ میں "اولی" اور "اخری" بتاتے ہیں۔ کہ اخری میں بھی "رسل منکم" کا اینان ثابت ہے وھو المراد۔

پھر اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جاوے کہ یہ خطاب "ہبوط آدم" کے وقت ہی ہوا تھا۔ تب بھی ہمارا دعویٰ تو ثابت ہی ہے کیونکہ خطاب میں "بنی آدم" مخاطب ہیں۔ اور تا قیامت "بنی آدم" موجود ہیں۔ اور رہینگے۔ پس یہ خطاب تا قیام ساعۃ کبری اثر انداز ہے اور ہونا چاہیئے۔ یا پھر یہ ماننا پڑیگا۔ کہ یہ وعدہ صرف آدمؑ کی پہلی پشت تک کے لئے ہی تھا۔ اگر یہ وعدہ "پہلی پشت" سے متجاوز ہے اور فی الواقع ہے جیسا کہ مسلّم فریقین ہے۔ تو جمیع بنی آدمؑ کے لئے ماننا پڑیگا۔ یہ وہم نہایت ہی بودہ ہے۔ کہ چونکہ آنحضرت صلعم (فداہ العالمون جمیعا) عامۃً للناس مبعوث ہو گئے ہیں۔ اسلئے اللہ تعالیٰ کا وعدہ "اما یأتینکم رسل" آیندہ کے لئے بند ہو گیا۔ اور امتداد عہد منقطع ہو گیا۔ کیا یہ کہنا جائز ہے۔ کہ چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل

کے لئے مبعوث ہو گئے۔ اسلئے اب بنی اسرائیل کے لئے کوئی نبی نہ چاہیئے؟ کہا جا سکتا ہے۔ کہ انبیاء بنی اسرائیل آکر موسیٰؑ کے زمانہ کو ختم اور انکی شریعت کو منسوخ کر دیتے تھے۔ لیکن یہ بھی غلط ہے کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے۔

ولقد اٰتینا موسی الکتاب فلا تکن فی مریۃ من لقاءہٖ وجعلناہ ھدی لبنی اسرائیل (السجدہ ع۳)

انا انزلنا التوراۃ فیہا ھدی ونور یحکم بہا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا الآیۃ (المائدہ ع)

کہ موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی گئی جو بنی اسرائیل کے لئے "ھدی" تھی۔ اسکے نبی اسپر فیصلہ کرتے تھے۔ یہود کے کے لئے معلوم ہوا۔ کہ انبیاء بنی اسرائیل "شریعت موسوی" کو منسوخ کرنے نہ آتے تھے۔ اور اُتنے بھی یہودیوں کے لئے تھے چنانچہ حضرت مسیحؑ کا قول "یہ گمان مت کرو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابیں منسوخ کرنے آیا۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پوری کرنے کو آیا ہوں" (متی ۵) تو عام مشہور ہی ہے۔ اس کو بھی جانے دو مگر کیا کوئی اس بات کا انکار کر سکتا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارونؑ ایک ہی وقت میں بنی اسرائیل کی طرف رسول نہ تھے؟ تھے اور ضرور تھے۔ پس معلوم ہوا کہ اگر کوئی رسول کسی قوم یا تمام دنیا کے لئے آجائے۔ تو اسکے یہ معنی نہیں۔ کہ آئندہ اس قوم یا تمام دنیا میں اور کوئی رسول نہیں آسکتا۔ ہاں یہ ضرور ہوگا۔ کہ وہ اس متبوع رسول کی شریعت کا ہی پابند ہو اور اسکی زمانہ کے اندر آوے۔ فاندفع الشک۔

آگے ایڈیٹر صاحب کس شان بے نیازی سے تحریر کرتے ہیں:۔ "اس دلیل کے علاوہ انہوں نے اور جو دلیلیں کتاب و سنت سے لکھی ہیں انکے متعلق کچھ لکھنا فضول ہے بلکہ اس آیت پر عمل کرنا چاہیئے واذا مروا باللغو مروا کراما۔"

"دلائل کتاب و سنت سے" اور پھر "فضول اور لغو" ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ سچ ہے ایسے لوگوں سے ہی پوچھا جائیگا۔ الم تکن اٰیاتی تتلی علیکم فکنتم بہا تکذبون۔ (راقم ۲۔ د۔ ج)

آجکل کا تصوّف

ایک نئے رسالہ میں مندرجہ ذیل واقعہ چھپا گیا ہے اب فرمایئے کہ کیا یہی وہ تصوّف ہے جسے اسلام کی روح و رواں بتایا جاتا ہے:۔

"ایک روز بابا شمس تبریز علیہ الرحمۃ سے اُنکے مرید نے یہ عرض کیا کہ حضرت آپ روزانہ کعبہ شریف جاتے اور آتے ہیں مجھ کو بھی لے چلئے گا حضرت بابا نے فرمایا چلو۔ ساتھ ہو لئے۔ جب کنارہ دریا کے پہنچے تو بابا صاحب نے فرمایا کہ تو میرا نام لینا اور میں خدا کا نام لیتا ہوں۔ غرض یہ کہ سمندر میں گھس گئے آگے آگے بابا صاحب تھے اور ان کے پیچھے مرید کہتے جاتے تھے کہ یا شمس تبریز یا شمس تبریز اور بابا صاحب یہ کہتے تھے یا اللہ یا اللہ۔ جب مرید کے گلے گلے پانی آگیا تو ڈر گیا اور ڈر کر یا اللہ یا اللہ کہنے لگا۔ یا اللہ کا کہنا تھا کہ غوطے کھانے لگا۔ بابا صاحب نے سنبھال لیا غرض کنارے پہنچے تو بابا صاحب نے مرید کے دو گھونسے جمائے کہ تو یا اللہ یا اللہ کیوں کہتا تھا تُو نے میرے نام کو کیوں چھوڑا تو نہ خدا کو جانتا ہے نہ خدا تجھ کو پہچانتا ہے۔ میں خدا کو پہچانتا ہوں اور خدا مجھ کو پہچانتا ہے وہ میرے سامنے ہے اور میں اس کے سامنے۔" (چشمۂ حیات دہلی)

احمدیہ مسجد لنڈن

اللہ تعالیٰ نے احمدیہ مسجد لنڈن کو وہ شہرت وہ مقبولیت بخشی ہے کہ تمام جہان کیلئے ایک آیت اللہ بن گئی ہے۔ ٹائمز لنڈن جیسے وقیع اخبار نے تین چار مرتبہ اپنے طول طویل کالم اسکے حالات کیلئے وقف کیے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی ۲ اکتوبر کی اشاعت میں رقمطراز ہے :-

لنڈن ٹائمز کی رائے

"عقائد عیسویت کی حدبست سے باہر باہر بلحاظ مذہبی حرکت کے یہ موقعہ تاریخ مذہب میں ایک غیر معمولی حرکت رکھنے والا ہے ×× یہ سب سے پہلی مسجد ہے جو اسلامی عبادت کیلئے لنڈن میں تعمیر ہوئی ××× اوائل ۱۹۱۱ء میں صفحات ٹائمز پر لنڈن میں مسلمانوں کیلئے ایک مسجد کی ضرورت پُر زور الفاظ میں بیان کی گئی تھی جو کثیر تعداد میں یہاں رہتے ہیں ×× یہ جماعت احمدیہ کیلئے مقدر تھا کہ وہ اس کمی کو پورا کریں۔ امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح قادیان اپنے چند متبعین کے ہمراہ لنڈن کی مذہبی کانفرنس میں آئے تو آپنے اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔"

پھر یہی اخبار ٹائمز اپنی ۴ اکتوبر کی اشاعت میں رقمطراز ہے :-

"سلطنت برطانیہ کے پایہ تخت میں ایک مسجد کا افتتاح خواہ وہ مسجد مقابلۃً مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کی تولیت میں کیوں نہ ہو اسلام کے لئے باعث صد تہنیت و تبریک ہے۔"

پھر اسکے افتتاح کی کیفیت لکھتا ہے :-

"اس مسجد کے افتتاح نے کل بعد دوپہر بے شمار لوگوں کو اپنی طرف کھینچا تمام لنڈن کے غیر مسلم نظارگی ہندوستان اور دوسرے ممالک کے مسلمان چرچ آف انگلینڈ کے پادری صاحبان اور دیگر مختلف چرچوں کے نمائندے میونسپلٹی کے اراکین سبھی قسم کے لوگ اسی مجلس میں شریک تھے۔"

ایک نو مسلم انگریز کی رائے

مسٹر خالد شیلڈرک جو ایک پُرانے نو مُسلم انگریز ہیں اپنے ایک خط میں جو پیغام صلح لاہور میں شائع ہُوا۔ لکھتے ہیں :-

"سوتھ فیلڈ کی مسجد کا افتتاح نہایت شاندار ہُوا اور اسمیں اتنا مجمع تھا کہ انگلینڈ میں اسلام کی تاریخ میں پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ اسے امیر فیصل کے افتتاح کرنے نے بڑی شہرت دی بہ نسبت اسکے کہ وہ اگر اسکا افتتاح کرتا چھ سو آدمی چائے پر بیٹھے۔ جن میں ہوس آف لارڈ اور ہوس آف کامنز کے ممبر۔ مختلف ممالک کے سفراء و وزراء۔ نواب اور راجے اور سابق حکام ہند وغیرہ تھے۔ کیپٹن گارڈن گیننگ۔ کیپٹن گرفن۔ کیپٹن بینٹ۔ نیز مشہور ترک۔ مصری۔ اور انگریز مسلمان و غیر مسلم شامل تھے۔ میرا خیال ہے۔ کہ قریباً سب مسلمان وہاں موجود تھے۔ سر آرچیبالڈ ہملٹن صاحب آخری وقت

اپنے ایک عزیز کی وفات کے باعث شامل نہ ہو سکے۔ مسجد کی حدود سے باہر پولیس نے ہزارہا ناظرین کے مجمع کو قابو رکھا ہوا تھا۔ اور موٹروں نے تمام سڑکوں کو بند کر دیا تھا۔ یہ نظارہ نہایت عظیم الشان تھا۔ اور اسلام کیلئے ایک اشتہار کا کام دے رہا تھا اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر روز میرے پاس مختلف قسم کے لوگ آتے ہیں۔ اور اسلام کے بارے میں دریافت کرتے رہتے ہیں۔ ابھی ابھی مجھے ایک جنٹلمین کے اسلام لانے کا خط ملا ہے۔ جو کئی ناولوں کا مصنف ہے۔ وہ کیتھولک مذہب کا پیرو تھا۔ بدھ کے دن ایک لیڈی نے یہاں آکر اسلام لانیکی خواہش کی" +

لنڈن میں سب سے پہلی مسجد

اس عنوان سے اخبار مسلم راجپوت امرتسر نے یہ رائے ظاہر کی ہے:-

"قادیانی احمدیوں کی اولوالعزمی قابل داد ہے۔ کہ انہوں نے بہت قلیل مدت میں ایک خوبصورت مسجد لنڈن میں تعمیر کر دی۔ احمدیوں کے اسلام کے متعلق مسلمانان ہند کے جو کچھ بھی خیالات ہوں۔ اس سے کسی کو انکار نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ سلطنت برطانیہ کے عظیم الشان پایہ تخت میں سب سے پہلا خدا کا گھر تعمیر کرنے کا فخر انہی کو حاصل ہوا ہے۔ اور اللہ اکبر کی سب سے پہلی آواز اہل لنڈن کے کانوں میں پہنچانے کا شرف بھی انہی کو نصیب ہوا ہے۔

علمائے اسلام جو بے معنی اور دور از کار باتوں کیلئے اپنی انتہائی طاقت صرف کر دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اگر احمدیوں کے اس جوش اسلامی پر رشک کریں۔ تو کچھ بیجا نہیں ہے۔ لیکن نہیں۔ وہ خود اسلام کی کوئی حقیقی خدمت کریں یا نہ کریں۔ احمدیوں کی اس خدمت اسلامی کو کبھی پسند نہیں کرینگے۔ حالانکہ ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ مسلمان یورپ کے ہر پایہ تخت میں ایک عالیشان مسجد تعمیر کر دیں۔ جس کے ساتھ اسلامی لٹریچر کی ایک لائبریری بھی ہو۔ اسکے علاوہ یورپ کی مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے مستند اور صحیح تراجم شائع کریں۔ تاکہ نور اسلام یورپ کے گوشے گوشے میں ضیا گستر ہو۔ لیکن ہم کو اپنے دوسرے دلپسند مشاغل سے ایسے کاموں کے لئے کہاں فرصت ہے؟

ایک سکھ اخبار کی رائے

ہم عصر شیر پنجاب لکھتا ہے:-

"مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے پیرووں کی تعداد اگرچہ نہایت قلیل ہے۔ لیکن حق تو یہ ہے۔ کہ مذہبی جوش و اولوالعزمی میں ہندوستان کی کوئی قوم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ان حضرات نے لنڈن جیسے شہر میں اپنی طاقت سے زیادہ خرچ کر کے حال ہی میں ایک مسجد تعمیر کروائی۔ جس میں لنڈن کے انگریز و ہندوستانی مسلمان نماز وغیرہ مذہبی فرائض ادا کیا کرینگے"

راجہ صاحب نانپارہ کی رائے

"لنڈن جیسے بین الاقوامی آبادی کے شہر میں اب تک مسلمانوں کی ایک بھی مسجد نہ تھی احمدی جماعت یقیناً مستحق آفرین ہے کہ اس نے اپنی عالی ہمتی سے مسلمانان لنڈن کی ایک بہت بڑی ضرورت کو پورا کر دیا" (حقیقت)

غرض مشرق و مغرب اسوقت احمدیہ جماعت کی بے نظیر قربانیوں کا مداح ہے۔ اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا فرض اس سے بہت وسیع اور اعلیٰ ہے اور ابھی ہم کو بہت کچھ کرنا ہے خدا تعالیٰ توفیق دے +

بخدمت سیکرٹریان تبلیغ جماعت احمدیہ و دیگر بزرگان ملت

ایّہا الاحباب! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں حکم فرماتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ کی طرف بلانے کیلئے حکمت سے کام لینا چاہیئے۔ محض لفاظی اور باتیں کرنے سے کام نہیں چلتا۔ بلکہ ضرورت ہے۔ کہ مبلغ اعلیٰ اخلاق اور حکمت عملی سے کام لے۔ اور انسانی ذہنیت کا مطالعہ کر کے اسکے مطابق عمل پیرا ہو۔ اور اس بات کو دیکھا جائے۔ کہ انسانوں کی طبائع کن کن امور سے متاثر ہوتی ہیں۔

یہ بات متواتر تجربہ سے ثابت ہو چکی ہے۔ کہ جلسہ کے موقعہ پر اگر غیر احمدی دوستوں کو قادیان میں لانیکی کوشش کیجائے۔ تو نہایت ہی مفید ثابت ہوتی ہے۔ اور آنیوالے دوستوں میں سے اکثر بیعت کر کے اپنے وطنوں کو واپس ہوتے ہیں۔ یا واپس جا کر اکثر بیعت کے خطوط لکھدیتے ہیں اسکی وجوہات چند در چند ہیں۔ لیکن موٹی موٹی وجوہ یہ ہیں کہ خود قادیان میں آنا کار ثواب ہے۔ انسان جب تعصب کو چھوڑ کر قادیان کا سفر تحقیق حق کی خاطر کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اسکو حق کی شناخت کی توفیق بخشتا ہے۔ ولان شکرتم لا زیدنّکم۔

دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ لوگ جب قادیان میں آتے ہیں۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کی زیارت سے مستفیض ہوتے ہیں۔ تو چونکہ آپ سراپا اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ کے مظہر ہیں۔ اسلئے حضور کی زیارت اور کلمات طیبات سے انکے اندرونِ قلب کے اندھیری دُور ہو جاتے ہیں۔ اور نورِ ایمان انکے دلوں میں داخل ہو کر سلسلہ میں داخل ہونے کے لئے اُن کو مجبور کر دیتا ہے۔

اسی طرح جماعت احمدیہ قادیان کا اجتماع بھی لوگوں کے دلوں پر اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جس طرح فتح مکہ سے عربوں کی طبائع متاثر ہوئی تھیں۔ اور وہ بول اُٹھے تھے۔ کہ ایک مفتری علی اللہ کی یہ حیثیت نہیں ہو سکتی۔ کہ وہ مکہ میں فاتحانہ داخل ہو۔ اسی طرح نورِ فطرت یہ کبھی بھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ کہ ایک مفتری کی اسقدر تائید الٰہی ہو سکتی ہے۔ کہ قادیان میں واقعی طور پر ارض حرم کا نظارہ نظر آجائے۔ بارہ تیرہ ہزار کے قریب جوشیلے مومنوں کا ایک وقت میں ایک جگہ بطہیر قلب اور اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے جمع ہونا واقعہ میں زمانہ حال میں ایک بے نظیر اور دلوں کو کھینچنے والی مثال ہے۔ اسکے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں ہیں۔ جو انسانی دل پر اثر کرتی ہیں۔ اس لئے تمام دوستوں کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ جلسہ سالانہ پر اپنے دوستوں رشتہ داروں اور زیر اثر لوگوں کو قادیان لانیکی اس دفعہ خاص کوشش کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔ یہ تحریک پہلے بھی کئی مرتبہ کیجا چکی ہے۔ اور دوست اس پر عمل بھی کرتے رہے ہیں لیکن مومن کا جس طرح ہر قدم پہلے سے مضبوط ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر سال اسکی اعلیٰ ہوتا ہے۔ اسلئے اس دفعہ کی کوشش بھی پہلے سالوں سے بڑھ چڑھ کر ہونی چاہیئے۔ اس کوشش کیساتھ یہ بھی ضروری ہے۔ کہ ناظر صاحب ضیافت کو آنیوالے دوستوں کی تعداد اور حیثیت کی اطلاع بھی دیجاوے۔ تاکہ مہمانوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔

میں امید کرتا ہوں۔ کہ تمام احباب میری اس تحریک پر ابھی سے عملی کارروائی شروع کر دینگے۔ اور اپنے غیر احمدی دوستوں۔ عزیزوں۔ اور زیر اثر لوگوں کو ایام جلسہ آنے سے بہت عرصہ پہلے ان کو قادیان میں آنے کے لئے تیار کریں گے۔ والسلام۔

فتح محمد سیال ناظر دعوۃ و تبلیغ - قادیان - پنجاب

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب سے شائع ہوتا ہے

کلکتہ کے نامی ڈاکٹر ایس کے برمن کی

فصلی بخار و طحال کی دوا

۴۲ برس سے ہندوستان کے ہر حصہ میں جاری ہے ہر سال لاکھوں مریض اس سے شفا پاتے ہیں وقت پر فائدہ اُٹھانے اور اپنی اور دوسروں کی جان بچانے کیلئے گھر گھر میں اسکو موجود رکھنا چاہیئے اس دوا میں یہ خصوصیت ہے کہ دو تین ہی خوراک سے بخار کا آنا موقوف ہو جاتا ہے اور چند روز کے استعمال کرنے سے باری کا بخار، کپکپی، تلی، جگر کا بڑھ جانا ... چھپاد وغیرہ کے فائدہ ورم جگر بالکل آرام ہو جاتے ہیں اور خون گاڑھا ہو کر بخار کا آنا زائل ہو جاتا ہے آجکل بازار میں سینکڑوں بخار کی پیٹنٹ دوا موجود ہیں لیکن ڈاکٹر ایس کے برمن کی فصلی بخار کی دوا ایک ہی اکسیر ہے دیکھئے اس دوا کے استعمال سے دہ ہڈی کا گیا جسم تنومند ہو گیا ہے قیمت بڑی شیشی عہ چھوٹی شیشی ۱۰ پیکنگ و محصولڈاک فی شیشی کلاں ۸؍ خورد ۶؍

انٹی ملیریس پلز

پرانے ملیریا بخار کی گولیاں

ان گولیوں میں ذرہ بھی کونین نہیں ہے۔ لرزہ بخار پرانا ہو جانے پر باری سے نہ آکر دن رات تھوڑا بہت بنا رہتا ہے جسم کا خون پانی ہو جاتا ہے جس سے آدمی کا رنگ پھیکا و میلا ہو جاتا ہے تلی و کلیجہ بڑھ کر پیٹ نکل آتا ہے کبھی منہ اور ہاتھ پیروں میں ورم آجاتا ہے۔ ایسی حالتوں میں یہ گولیاں فائدہ کرتی ہیں۔ قیمت ۲۴ گولیوں کی ڈبیہ ۱۰؍ محصولڈاک ۱ سے ۶ ڈبیہ تک ۴؍

کونین ٹیبلٹ

بخار روکنے والی لاجواب کونین کی گولیاں

ان گولیوں کو بچے و بڈھے سب کوئی شوق سے آسانی کے ساتھ کھاتے ہیں نئی طرز پر یہ گولیاں بنی ہیں قیمت حسب ذیل ہے۔ محصول ذمہ خریدار ہوگا۔

۲ گرین والی ۲۵ گولیوں کی ڈبیہ ۱۲؍
" " ۵۰ " " " [illegible]
" " ۱۰۰ " " " [illegible]
۴ گرین والی ۲۵ " " " [illegible]
" " ۵۰ " " " [illegible]
" " ۱۰۰ " " " [illegible]

داد کا مجرب مرہم

ہر قسم کے داد کو جڑ سے رفع کرنے والی یہ اکسیر دوا ہے

نیا پرانا داد و کھاج چاہے جیسے ہوں اس مرہم سے فوراً آرام ہو جاتا ہے۔ ایک مرتبہ کے لگانے سے فائدہ معلوم ہوتا ہے دو چار بار کے استعمال سے جڑ سے نابود ہو جاتے ہیں قیمت فی ڈبیہ ۶؍ محصولڈاک ۱ سے ۶ ڈبیہ تک ۶؍

ڈاکٹر ایس کے برمن (پوسٹ بکس ۵۵۴) تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

(یعنی)

ریویو آف ریلیجنز اردو رسالہ

ایڈیٹر۔ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر ۱۲ | دسمبر ۱۹۲۶ء مطابق جمادی الاول ۱۳۴۵ھ | جلد ۲۵

فہرست مضامین

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں منشی عبدالرحمٰن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھاپکر قادیان سے شائع کیا

پچیسویں جلد کا اختتام

خدا کے فضل و کرم سے اس رسالہ کے ساتھ ریویو آف ریلیجنز اُردو کی پچیسویں جلد ختم ہوئی۔ اس جلد میں جہاں تک مجھ سے ہو سکا میں نے کوشش کی۔ کہ ایسا علمی و مذہبی لٹریچر آپ کے لئے مہیا کروں جو آپ کے اضافہ معلومات کا موجب ہو۔ کیونکہ رسالے کے متعلق ابتداء سے میری یہی رائے رہی ہے۔ کہ اسمیں ایسے ٹھوس علمی مضمون دیئے جانے چاہئیں۔ جو ناظرین کی معلومات دینی کو بڑھائیں۔ مناظرات و مباحثات میں ان کے کام آئیں۔ پھر اسکے علاوہ میرا یہ فرض تھا کہ رسالہ مقررہ حجم کے ساتھ ٹھیک وقت پر شائع ہو۔ سو الحمدللہ جہاں تک ایسے امور کا مجھ سے تعلق تھا میں نے اپنا فرض منصبی ادا کر دیا۔ رسالہ ہر مہینے کی پانچ تاریخ کو روانہ کر دیا جاتا رہا۔ اور مضامین آپکے سامنے ہیں۔ یہ بات کہ اس کا کاغذ اعلیٰ نہیں یا حجم ۴۸ صفحے سے ۴۰ صفحے ہوگیا یہ میرے بس کی بات نہیں تھی اسکے لئے روپے کی ضرورت ہے۔ جو خریداروں کے بڑھنے پر منحصر ہے۔ میں نے ہر مہینے اسکی طرف احباب کو توجہ دلائی مگر احباب نے (مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے) کچھ توجہ نہیں کی۔ بحالیکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ رسالہ ریویو کے دس ہزار خریدار ہوں حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنا کامیاب رسالہ تشحیذ الاذہان بند کرا دیا۔ تاکہ جماعت کی توجہ صرف ایک اُردو رسالہ کی طرف پوری پوری مبذول رہ سکے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ اور ہو رہا ہے کہ معمولی اخراجات بھی پورے نہیں ہو سکتے حالانکہ کفایت کو انتہائی درجہ تک پہنچا دیا گیا۔

پس کیا میں سال کے اخیر پر اپنے احباب کرام سے امید کر سکتا ہوں کہ وہ چھبیسویں جلد کو کامیاب بنانے میں میرے معاون ہونگے۔ جناب ناظر دعوۃ و تبلیغ نے ایک اپیل کی تھی۔ اور بہت سے دوستوں کو چٹھیاں بھیجی گئی تھیں مگر سوائے چند ایک کے کسی دوست نے یہ نہ کیا۔ کہ کم از کم ایک ایک خریدار ہی مہیا کر لیں۔ رسالے کے مضامین ان لوگوں کیلئے بھی مفید ہیں۔ جو احمدیہ سلسلہ میں داخل ہیں پس اپنے حلقہ اثر میں کوشش کرنی چاہیئے کہ کوئی لکھا پڑھا ایسا نہ ہو جو ریویو اُردو نہ منگواتا ہو۔ میں ایسے تمام معاونین کے نام ان کی کوششوں کے نتائج کے ساتھ شائع کروں گا۔

جلسہ پر دوست آتے ہیں۔ ریویو اُردو کو بھول جاتے ہیں۔ حالانکہ ہمیں بار بار دی پی کرنیکی زحمت سے چھڑانے کے لئے اگر گذشتہ بقایا اور آئندہ سال کی پیشگی قیمت جمع کرا دیں تو ہم دلجمعی اور عمدگی کے ساتھ اپنا کام کرتے رہیں۔

طالب علموں اور غیر مذاہب کے لئے یہ رعایت ہے کہ ہم ۲/۸ سالانہ پر انہیں رسالہ ریویو دے دینگے۔ اگر ایک سو جوان ہمت دوست ایسے نکل آئیں جو یہ عہد کر لیں کہ پانچ پانچ خریدار ریویو کے بنا کر دم لیں گے تو صرف پانچسو خریدار بڑھ جانے سے فنڈ کو بہت کچھ تقویت پہنچ سکتی ہے۔ مجھے امید کرنی چاہیئے کہ میری یہ اپیل رائیگاں نہیں جائیگی اور میں جلسہ کے بعد نکلنے والے رسالہ میں یہ مژدہ سنا سکوں گا۔ کہ ریویو اُردو کے پانسو خریدار بڑھ گئے ہیں*

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ابن عباسؓ کی حدیث میں لفظ من السماء اور حضرت مسیح موعودؑ پر اسکے حذف کا الزام ناروا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے اپنی کتاب حمامۃ البشریٰ کے صفحہ ۸۸ و ۸۹ میں ابن عباسؓ کی ایک حدیث نقل کی ہے۔ صفحہ ۸۸ میں تو اس حدیث کو حضرت مسیح علیہ السلام کے مقامات نزول کے اختلاف میں ذکر کیا ہے اور صفحہ ۸۹ میں صحیح بخاری کی حدیث یَضَعُ الْحَرْبَ سے یہ ثابت کرتے ہوئے کہ حضرت مسیح علیہ السلام روحانی حربہ سے دجّال کو قتل کرینگے نہ زمینی حربہ سے ابن عباسؓ کی حدیث کا تائیداً ذکر کیا ہے۔

المحدیث مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۲۶ء میں اس پر ایک مضمون نکلا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اس حدیث کو تحریف کرکے نقل کیا ہے اور خصوصاً یَنْزِلُ اَخِیْ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ مِنَ السَّمَاءِ سے لفظ مِنَ السَّمَاءِ کو عمداً حذف کیا گیا ہے۔ تاکہ مسیح موعودؑ کا آسمان سے جسمانی نزول ثابت نہ ہو۔

یہ اعتراض اس سے پہلے بھی ایک مرتبہ المحدیث میں شائع ہوا تھا۔ اسوقت اسکے متعلق ایک مختصر سا نوٹ مولانا شمس نے کسی مضمون میں لکھا تھا آج مولانا شمس دمشق میں تشریف فرما ہیں انکی نیابت میں میں کچھ عرض کرتا ہوں۔

پہلا جواب اس اعتراض کا یہ ہے کہ حمامۃ البشریٰ کے صفحہ ۸۹۔ میں جس مدعا کی تائید کے لئے حضرت مرزا صاحب نے ابن عباسؓ کی اس حدیث کو پیش کیا ہے وہ تائید اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ اس حدیث میں مِنَ السَّمَاءِ کے لفظ کو موجود مانا جائے۔ چنانچہ جو استدلال اس حدیث سے حضرت مرزا صاحب نے صفحہ ۸۹ میں پیش کیا ہے وہ یہ ہے، " قَوْلُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَضَعُ الْحَرْبَ

یدل بدلالۃ صریحۃ علی ان عیسٰی لایقتل الدجال بآلۃ من آلات الحرب وکیف یاخذ حربتہ بیدہ مع ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی حقہ انہ یضع الحرب فلا شک ان حربتہ قتل الدجال حربۃ روحانیۃ منزلۃ من السماء کما یدل علیہ حدیث روی عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل اخی عیسی بن مریم علی جبل افیق اماما ھادیا حکما عادلا بیدہ حربۃ یقتل بہا الدجال فقد ظھر من ھذا الحدیث ان الحربۃ سماویۃ لا ارضیۃ... واعلم ان حربۃ عیسی الذی ینزل معہ من السماء انما ھو حربۃ نفسہ التی یھلک بھا کل کافر“۔

اس عبارت میں حضرت مرزا صاحبؑ نے صحیح بخاری کی حدیث یضع الحرب کی تشریح میں جو تائیدی استدلال بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی یہ حدیث بھی یہ ظاہر کرتی ہے کہ حضرت مسیحؑ جس حربہ سے دجال کو قتل کرینگے وہ حربہ آسمانی ہے نہ زمینی۔ کیونکہ اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت مسیحؑ جس حربہ کے ہاتھ دجال کو قتل کرینگے وہ زمینی حربہ نہ ہوگا بلکہ وہ حربہ حضرت مسیحؑ آسمان سے لیکر اترینگے۔

حضرت مرزا صاحبؑ کے استدلال کی یہ عبارت صاف بتلا رہی ہے کہ ابن عباسؓ کی روایت میں مِنَ السَّمَاءِ کے لفظ کو موجود مانکر آپ یہ استدلال فرما رہے ہیں ورنہ یَضَعُ الْحَرْبَ کی تشریح میں مخالف فریق کے سامنے یہ حدیث پیش ہی نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ اگر یہ فرض کیا جائے کہ ابن عباسؓ کی اس روایت میں جو فریق مخالف کی تفہیم کے لئے یَضَعُ الْحَرْبَ کی تشریح میں پیش کی گئی ہے مِنَ السَّمَاءِ کا لفظ موجود نہیں بنایا اور حضرت مرزا صاحبؑ نے مِنَ السَّمَاءِ کے لفظ کو عمداً حذف کر دیا تھا تو پھر کوئی ایسی امر بات ابن عباسؓ کی روایت میں باقی نہیں رہ جاتی ہے جس کی وجہ سے ابن عباسؓ کی روایت کو حدیث یَضَعُ الْحَرْبَ کی تشریح کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہو۔ ابن عباسؓ کی روایت کو صحیح بخاری کی حدیث یَضَعُ الْحَرْبَ کی تشریح میں پیش کرنا اور اس سے یہ تائیدی استدلال کرنا کہ حضرت مسیحؑ جس حربہ کے ساتھ دجال کو قتل کرینگے وہ حربہ حضرت مسیحؑ آسمان سے لیکر اترینگے۔ واضح طور پر ثابت کر رہا ہے کہ یہ سارا استدلال یَنْزِلُ اَخِیْ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ مِنَ السَّمَاءِ کے الفاظ سے ہو رہا ہے۔ اگر مِنَ السَّمَاءِ کے الفاظ اس روایت میں موجود فرض نہ کئے جائیں تو کسی صورت میں بھی روایت ابن عباسؓ سے وہ استدلال پیش نہیں ہو سکتا جو حضرت مرزا صاحبؑ نے حمامۃ البشریٰ کے صفحہ ۸۹ میں الزام خصم کیلئے

پیش کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے مِنَ السَّمَاءِ کے لفظ کو حذف نہیں کیا بلکہ نمایاں کیا ہے اور یہ صرف طباعت یا کتابت کی غلطی ہے کہ چھپنے میں یہ لفظ نہیں آیا اور کتابت یا طباعت کی ایسی غلطی پر اعتراض کرنا جسکو حضرت مرزا صاحبؑ کی اپنی ساری عبارت رد کر رہی ہے ایک بیہودہ حرکت ہے۔

معترض کو اعتراض سے پہلے یہ بھی سوچنا چاہیئے تھا کہ حضرت مرزا صاحبؑ کو مِنَ السَّمَاءِ کا لفظ اس روایت سے حذف کرنیکی اسجگہ کیا خاص ضرورت تھی جبکہ وہ اپنی تمام کتابوں میں حضرت مسیحؑ کے نزول من السماء کا بار بار ذکر فرما چکے ہیں۔ جیسا کہ اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۴۲۶ میں فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"اسی وجہ سے اس کے حق میں نبی معصوم کی پیشگوئی میں یہ الفاظ آئے۔ کہ وہ آسمان سے اتر یگا"

اور اسی کتاب آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۴۰۹ میں تحریر فرمایا ہے:۔

"اَلَا یَعْلَمُوْنَ اَنَّ الْمَسِیْحَ یَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ"

کہ کیا میرے مخالفوں کو اتنا بھی علم نہیں کہ حضرت مسیح **آسمان سے نازل ہونگے۔**

پس جبکہ حضرت مسیح موعودؑ کے آسمان سے نازل ہونیکا حضرت مرزا صاحبؑ کو خود اقرار ہے تو کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ حضرت مرزا صاحبؑ ابن عباسؓ کی اس روایت سے مِنَ السَّمَاءِ کے لفظ کو کیوں حذف کرتے۔

ہاں مسیح موعودؑ کے آسمان سے نازل ہونیکا جو غلط مفہوم مخالف لوگ لیتے ہیں اس سے حضرت مرزا صاحبؑ کو بیشک انکار ہے۔ چنانچہ رسالہ توضیح مرام میں فرماتے ہیں۔ کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کا کسی قدر اختلاف کے ساتھ جو یہ خیال ہے کہ:۔

"حضرت مسیح ابن مریمؑ اسی عنصری وجود سے آسمان کی طرف اُٹھائے گئے ہیں اور پھر وہ کسی زمانہ میں آسمان سے اُتر ینگے"۔ (توضیح مرام صفحہ ۱)

"یہ خیال احادیث نبویہ کی غلط فہمی کا نتیجہ ہے جسکے ساتھ کئی بیجا حاشئے لگا دیئے گئے ہیں اور بے اصل موضوعات سے انکو رونق دیگئی ہے اور تمام وہ امور نظر انداز کر دیئے گئے ہیں جو مقصود اصلی کی طرف رہبر ہو سکتے ہیں"۔ (توضیح مرام صفحہ ۱۰)

اور پھر ازالہ اوہام ایڈیشن دوم میں فرمایا ہے:۔

"آسمان سے اُترنا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ سچ مچ خاکی وجود آسمان سے اُترے" (حصہ ۱ ص ۳۱)

بلکہ مثالی اور ظلی طور پر اترنا مراد ہے ابتدا آفرینش سے آجتک اسی طور سے مقدس لوگ آسمان سے

اُترتے رہے ہیں × × آدم زاد کا جسم خاکی کے ساتھ آسمان سے اترنا اب تک کسی نے مشاہدہ نہیں کیا" (صفحہ ۱۴۲)

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ کا مخالفین سے در اصل یہ اختلاف نہیں ہے کہ مسیح موعود نے آسمان سے نازل ہونا تھا یا نہیں کیونکہ اس بات کو تو حضرت مرزا صاحبؑ بہر صورت تسلیم کرتے ہیں کہ مسیح موعودؑ کا آسمان سے ہی نزول ہونا تھا چنانچہ اپنی نسبت صاف اعلان فرمایا ہے:-

اِنِّیْ اَنَا الْمَسِیْحُ النَّازِلُ مِنَ السَّمَاءِ ۔ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۴۴)

مَیں وہ مسیحؑ ہوں جو آسمان سے اُترا ہوں ۔ (فتح اسلام صفحہ ۱۱-۱۷)

اَمَّا الَّذِیْ کَانَ نَازِلًا مِنَ السَّمَاءِ فَھُوَ ھٰذَا الْقَائِمُ بَیْنَکُمْ ۔ کہ وہ مسیحؑ جو آسمان سے نازل ہونیوالا تھا یہی ہے جو تمہارے درمیان کھڑا ہے ۔ (خطبہ الہامیہ سطر ۶)

اور ان تصریحات کے ہوتے ہوئے کوئی عقلمند ایک لمحہ کے لئے بھی یہ باور نہیں کر سکتا کہ حدیث ابن عباسؓ سے لفظ مِنَ السَّمَاء کو حذف کرنے کی کیا ضرورت حضرت مرزا صاحبؑ کو ہو سکتی ہے بلکہ اصل اختلاف جو مخالفین سے حضرت مرزا صاحبؑ کو ہے وہ یہ ہے ۔ کہ آپؑ یہ فرماتے ہیں کہ :-

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور انکا زندہ آسمان پر مع جسم عنصری جانا اور اب تک زندہ ہونا اور پھر کسی وقت مع جسم عنصری زمین پر آنا یہ سب انپر تہمتیں ہیں" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ضمیمہ ۲۴)

اگر حدیث ابن عباس میں جس کا حوالہ حمامۃ البشریٰ کے صفحہ ۸۹ میں حضرت مرزا صاحبؑ نے دیا ہے حضرت مسیحؑ کے زندہ آسمان پر مع جسم عنصری جانے اور پھر کسی وقت مع جسم عنصری آسمان سے نازل ہونے کا ذکر ہوتا تو بیشک معترض کا یہ الزام کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے مِنَ السَّمَاء کے لفظ کو عمداً حذف کیا ہے کچھ وقعت بھی رکھتا ۔ لیکن اس ابن عباسؓ کی روایت میں تو اس مضمون کا کچھ بھی ذکر نہیں ہے ۔

معترض حضرت مرزا صاحبؑ کے اس دعوے کو سامنے رکھے کہ :-

"حدیث نبوی سے یہ ثابت نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع جسم خاکی آسمان پر چلے گئے تھے یا جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر سے اترنے والے ہیں" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۳-۳۲)

اور بتائے کہ ابن عباسؓ کی روایت سے یہ مضمون کس طرح ثابت ہو سکتا ہے ۔

نیز معترض کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ابن عباسؓ کی جس روایت کو حضرت مرزا صاحب نے حمامۃ البشریٰ میں حدیث یَضَعُ الْحَرْبَ کی تشریح میں تائیدی طور پر پیش کیا ہے اس روایت کو حضرت مرزا صاحبؑ نے آنحضرت صلعم کی صحیح مرفوع حدیث تسلیم نہیں کیا بلکہ مسلّمات خصم کی بناء پر اس سے استدلال کر کے اسکو اسکی اس غلطی پر آگاہ کیا ہے جسمیں وہ مبتلا ہے ورنہ حضرت مرزا صاحبؑ کی ذاتی رائے اس بارہ میں یہ ہے کہ کسی حدیث مرفوع متصل میں آسمان کا لفظ پایا نہیں جاتا (کتاب البریہ صفحہ ۱۹۲) "مَا نَجِدُ ذِكْرَ السَّمَاءِ فِي حَدِيْثٍ صَحِيْحٍ" نور الحق حصہ اول صفحہ ۵۱ "وَمَا وَجَدْنَا لَفْظَ السَّمَاءِ فِيْ اَحَدٍ مِّنَ الْاَحَادِيْثِ الصَّحِيْحَةِ الْقَوِيَّةِ" خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۴۷ کہ ہم نے کسی حدیث صحیح اور قوی میں نزول مسیح کے متعلق آسمان کا لفظ نہیں پایا۔ اسی بناء پر آپ فرماتے ہیں "نَحَتُوْا مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ نُزُوْلَ الْمَسِيْحِ مِنَ السَّمَاءِ وَلَنْ تَجِدَ لَفْظَ السَّمَاءِ فِيْ مَلْفُوْظَاتِ خَيْرِ الْاَنْبِيَاءِ" انجام آتھم صفحہ ۱۴۸۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں مِنَ السَّمَاءِ کا لفظ وارد نہیں ہوا بلکہ اس غیبی پیشگوئی میں فیج اعوج کے لوگوں نے مِنَ السَّمَاءِ کا لفظ اپنی طرف سے زائد کر لیا ہے

منجملہ دیگر وجوہات کے اس امر کا ایک ثبوت کہ ابن عباسؓ کی روایت زیر بحث میں مِنَ السَّمَاءِ کا لفظ کسی شخص نے اپنی طرف سے بڑھایا ہے یہ بھی ہے کہ سورۃ زخرف کی آیت وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ کے تحت مسیح موعودؑ کے افیق میں اُترنیکی جتنی روایات مفسرین نے ذکر کی ہیں ان میں سے کسی میں بھی مِنَ السَّمَاءِ کا لفظ بیان نہیں ہوا ہے۔ چنانچہ میں نے اس غرض سے تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۴۵۲ اور تفسیر کشاف جلد ۲ صفحہ ۱۳۵ اور روح البیان جلد ۳ صفحہ ۴۸۵۔ اور الشہاب علی البیضاوی جلد ۷ صفحہ ۴۴۹۔ اور قنوی جلد ۶ تکملہ صفحہ ۱۳۵۔ اور خازن جلد ۴ صفحہ ۱۳۰۔ اور عرائس البیان جلد ۲ صفحہ ۳۶۲ کو دیکھا تو کسی میں بھی باوجود اختلاف الفاظ کے مِنَ السَّمَاءِ کا لفظ موجود نہ پایا ؎

ایک دوسرا قرینہ ابن عباسؓ کی روایت میں مِنَ السَّمَاءِ کے لفظ کی اپنی طرف سے ایزادی ہونے پر یہ بھی ہے کہ کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۸ کے دیکھنے سے معلوم ہوا ہے کہ جس روایت میں یہ لفظ بیان کیئے گئے ہیں اس روایت کے راوی نے در اصل متفرق احادیث کا اپنی طرف سے ایک خلاصہ بیان کیا ہے اور خلاصہ بیان کرتے میں اس نے مِنَ السَّمَاءِ کے لفظ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا ہے اور یہ اس راوی کے فہم کی اپنی غلطی ہے نہ کہ آنحضرت صلعم کا فرمودہ ہے۔ چنانچہ بیضاوی نے افیق میں مسیح موعودؑ کے نازل ہونیکی جو حدیث بیان کی ہے اس کے متعلق قنوی

نے بھی لکھا ہے۔ "اَفَادَ ابْنُ حَجَرٍ اَنَّہٗ مِنْ اَحَادِیْثَ مُتَفَرِّقَۃٍ بَعْضُھَا فِی الصَّحِیْحِ
وَبَعْضُھَا مِنْ غَیْرِہٖ" کہ افیق میں مسیح موعودؑ کے نازل ہونیکی جو روایت بیان کی گئی ہے
اس کے متعلق حافظ ابن حجر نے یہ مفید بات بیان کی ہے کہ یہ حدیث متفرق احادیث کا مجموعہ ہے
جو صحیح اور غیر صحیح سے ملی جلی ہیں۔ پس یہ دوسرا قرینہ ہے کہ ابن عباسؓ کی روایت میں مِنَ السَّمَاء
کا لفظ آنحضرت صلعم کا فرمودہ نہیں ہے۔

تیسرا قرینہ۔ مِنَ السَّمَاء کے لفظ کی زیادتی کا خود یہی فقرہ یَنْزِلُ اَخِیْ عِیْسَی ابْنُ
مَرْیَمَ مِنَ السَّمَاءِ عَلٰی جَبَلِ اَفِیْقٍ ہے جو روایت ابن عباسؓ میں بیان ہوا ہے کیونکہ
صحیح مسلم کی دمشقی حدیث کے رو سے ہمارے مخالفین کے نزدیک بھی حضرت مسیحؑ کا آسمانی نزول
دمشق کے شرقی منارہ پر واقع ہوگا نہ کہ افیق میں جو کہ دمشق سے قریباً ساٹھ میل جنوب کی طرف
واقع ہے (دیکھو معجم البلدان وغیرہ)۔ پس ابن عباسؓ کی روایت میں مِنَ السَّمَاء کا لفظ ہمارے
مخالفین کے نزدیک بھی کسی راوی کی اپنی زیادتی ہے نہ کہ آنحضرتؐ کا ارشاد۔ ورنہ انکو ماننا پڑیگا
کہ حضرت مسیحؑ کا دمشق کے مشرقی منارہ پر نازل ہونا۔ جو صحیح مسلم کی حدیث میں بیان ہوا ہے وہ
بھی غلط ہے۔

اس کے بعد اب میں معترض کو خوش کرنے کے لئے اس کا اصل اعتراض بھی تھوڑی دیر کے
لئے مان لیتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب نے مِنَ السَّمَاء کے لفظ کو حدیث ابن عباسؓ سے حذف کر دیا ہے
مگر کسی غیر احمدی کا حق نہیں کہ اس پر اعتراض کرے۔ صحیح مسلم کتاب الجہاد میں حدیث ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ
عنہ کے خدمتگار یرفا نے حضرت عمرؓ کو خبر دی کہ اے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان اور عبد الرحمن
بن عوف اور زبیر اور سعد رضی اللہ عنہم حاضر ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا ان کو آنے دو
وہ آئے۔ تھوڑی دیر بعد پھر وہی خدمتگار یرفا آیا اور اس نے کہا عباس اور علی رضی اللہ عنہما آنا چاہتے
ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اجازت ہے آجائیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المومنین میرا
اور اس جھوٹے گنہگار دغاباز چور (علیؓ) کا فیصلہ کر دیجئے۔ لوگوں نے کہا ہاں اے امیر المومنین۔ انکا فیصلہ کر دیجئے۔
اور انکو اس جھگڑے سے راحت دیجئے۔* اس آخری حصہ حدیث کے متعلق صحیح مسلم کی شرح اکمال اکمال المعلم لابی

حاشیہ* اس آخری حصہ حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ "فَقَالَ عَبَّاسٌ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْضِ بَیْنِیْ وَبَیْنَ ھٰذَا الْکَاذِبِ
الْاٰثِمِ الْغَادِرِ الْخَائِنِ فَقَالَ الْقَوْمُ اَجَلْ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَاقْضِ بَیْنَھُمْ وَاَرِحْھُمْ"